عطار ہو، رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی !!

ادارۂ اشرفیہ عزیزیہ کا ترجمان

ماہنامہ

جمادی الاول ۱۴۳۵ھ / مارچ ۲۰۱۴ء

زیر سرپرستی : مولانا پروفیسر ڈاکٹر سید سعید اللہ دامت برکاتہم

بانی : ڈاکٹر فدا محمد مدظلہ (خلیفہ مولانا محمد اشرف خان سلیمانیؒ)

مجلس مشاورت : حاجی شیر حسن صاحب، مفتی آفتاب عالم، مولانا محمد امین دوست
مولانا محمد طفیل، قاضی فضل واحد، مولانا طارق علی شاہ بخاری

مدیر مسئول : ثاقب علی خان

مجلسِ ادارت : ڈاکٹر محمد طارق، محمد الطاف حسین، حافظ عماد الحق، ظہور الٰہی فاروقی

Reg No. P476

جلد: دوازدھم

شمارہ: 7

فہرست

عنوان	صاحبِ مضمون	صفحہ نمبر
۱۔ دل کیسے ذکر کرتا ہے	ڈاکٹر فدا محمد صاحب مدظلہ	۱
۲۔ حالتِ نزع	ڈاکٹر فہیم شاہ صاحب	۱۳
۳۔ اصلاحی خط	ایک ڈاکٹر	۱۸
۴۔ ملفوظاتِ شیخ (قسط۔۵۵)	ظہور الٰہی فاروقی صاحب	۱۹
۵۔ اپریل فول ڈے: ایک قبیح رسم	مولوی محمد طفیل صاحب	۲۴

فی شمارہ : 15/- روپے

سالانہ بدل اشتراک : 200/- روپے

ملنے کا پتہ : پوسٹ آفس بکس نمبر 1015، یونیورسٹی کیمپس، پشاور۔

ای۔میل : physiologist72@hotmail.com

saqipak99@gmail.com

ویب سائٹ : www.darwaish.org.pk

دل کیسے ذکر کرتا ہے!

(وعظ: مورخہ ۱۳ اکتوبر ۲۰۱۳ء مدینہ مسجد، جامعہ پشاور۔ضبط و ترتیب: حافظ زبیر، عمر فاروق۔نظر ثانی و حواشی: مولوی محمد طفیل صاحب)

﴿پس منظر: حضرت ڈاکٹر صاحب کے منبر پر تشریف رکھنے کے بعد مجلس میں بیٹھا ہوا ایک لڑکا سوالیہ خط پیش کرتا ہے۔حضرت صاحب اس خط میں مذکور سوال کو حاضرین کے سامنے سناتے ہیں۔﴾

حضرت ڈاکٹر صاحب: ایک برخوردار نے سوال کیا ہے کہ 'کیا دل ذکر کرتا ہے؟ اگر کرتا ہے تو میری اس عمل میں مدد کریں۔میں نے ایک جگہ پڑھا تھا کہ اگر انسان محنت کرے تو تین دن میں اس کا دل ذکر شروع کر دیتا ہے۔'

ڈاکٹر صاحب (اس لڑکے سے): کہاں پڑھا تھا یہ جی؟

لڑکا: کتاب 'اصلاحِ نفس' میں۔

حضرت ڈاکٹر صاحب: تو اب مفتی صاحب بتائے کہ کیا دل ذکر کرتا ہے؟

مفتی اسد گل صاحب (فاضل کلیۃ الشریعہ، جامعۃ الرشید): بندہ زبان سے بار بار ذکر کرتا رہے یہاں تک کہ عادی ہو جائے۔

حضرت ڈاکٹر صاحب: کیا قرآن و حدیث میں اس کی کوئی کیفیت بیان ہوئی ہے؟

مولوی عبید اللہ صاحب: حدیث کا مفہوم ہے کہ 'کان رسول اللہ ﷺ یذکر اللہ بکل احیان' یعنی رسول اللہ ﷺ ہر وقت ذکر کرتے تھے۔پھر علماء فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بیت الخلاء میں ہوتے تو ایسے وقت میں فقط ذکرِ قلبی کرتے یعنی دل میں اللہ کی یاد کرتے۔

حضرت ڈاکٹر صاحب: ذکرِ قلبی کی کیفیت بیان ہونی چاہیے ناں کہ 'یہ' ذکرِ قلبی ہے۔کُلّ احیانًا تو اس کیفیت کو نہیں بیان کر رہی۔دو مولوی صاحبان الجھ گئے جی! آج تیسرا کوئی نہیں آیا؟ اچھا تیسرا ابھی ہے۔

تیسرا مولوی صاحب: ہر وقت دل میں اللہ کی یاد بیٹھ جائے، یعنی دل میں اللہ کی یاد بس جائے۔

حضرت ڈاکٹر صاحب: اب کیسے 'بس جائے'؟ اگر آپ کہیں کہ گھر میں بس جائے تو مجھے اندازہ ہو جائے گا کہ گھر میں بستر، بکس اور کھانے پینے کے برتن سب پہنچ گئے ہیں اور آدمی بھی موجود ہے تو 'بس گیا ہے' کی سمجھ آجاتی ہے۔ اس طرح کی کوئی بات کریں ناں! سائنس میں ڈیفائن (Define) کرنا کہتے ہیں۔ڈیفائن (تعریف) کرنے سے آپ کو پتہ چل جائے کہ وہ چیز کیا ہے۔ایسا ہی شریعت میں بھی ہے۔شریعت میں سائنس سے زیادہ سائنٹفک اپروچ (scientific approach) ہے۔جو کسی چیز کو ایسا ڈیفائن کرتی ہے کہ بالکل واضح پتہ چل جاتا ہے کہ وہ

چیز' یہ' ہے! اب عمران صاحب کیا کہتا ہے؟

ڈاکٹر عمران اللہ صاحب (سلسلہ میں بیعت مرید): ایک کتاب میں ہے کہ ایک اللہ والا گیا ایک دکان پر، وہاں پر ایک آدمی کپڑا بیچ رہا تھا، اُس اللہ والے نے اس کے دل پر غور کیا پھر کہا کہ اِس کو اللہ کی یاد حاصل ہے، کہ بظاہر کپڑا بیچ رہا ہے مگر دل میں اللہ کی یاد ہے کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے۔

حضرت ڈاکٹر صاحب: تو اللہ والے سے پوچھنا چاہئے کہ آپ نے کیا دیکھا تھا کہ جس پر آپ نے کہا کہ اس کا دل اللہ کے ذکر میں مشغول ہے؟ بات پھر بھی ڈیفائن نہ ہوئی، وضاحت نہ ہوئی! وہ اللہ والے نے کیا دیکھا جو اُس نے کہا کہ اِس کا دل ذکر کررہا ہے؟ اب مجھے کوئی بتائے کہ دل کیسے ذکر کررہا ہے؟ غرض اس کی کوئی کیفیت آیتوں اور حدیثوں سے بیان ہونی چاہئے...جی مولوی صاحب!

مولوی عبیداللہ صاحب: نقشبندی حضرات یہ کہتے ہیں کہ بزرگوں کا یہ دھیان، یہ تصور کرنا کہ وہ دل کی ہر دھڑکن کے ساتھ اللہ اللہ کرتے ہیں، اور کرتے کرتے یہ دھیان دل میں پکا ہوجاتا ہے، اسے 'دل کا ذکر کرنا' کہتے ہیں۔

حضرت ڈاکٹر صاحب (مولوی عبیداللہ صاحب سے): تو وہ آپ سے کیا غور کراتے تھے؟

مولوی عبیداللہ صاحب: مقصد یہ کہ ہر وقت چلتے پھرتے اللہ کی یاد ہو۔ اس کے لیے زبان تالو سے لگا کے اللہ اللہ کراتے تھے۔ اس کے علاوہ بھی...

حضرت ڈاکٹر صاحب: وہ سات اصطلاحات آپ کو آتی ہیں؟ سفر در وطن، نظر بر قدم وغیرہ۔ وہ سات اصطلاحاتِ نقشبندیہ ہیں، کسی کو یاد ہیں؟ آپ کو یاد نہیں (مولوی عبیداللہ صاحب کو مخاطب کر کے) اتنا عرصہ آپ نقشبندیہ سلسلہ میں رہے ہیں تو وہ Terminology (اصطلاحات) ہی آپ نے یاد نہیں کیں تو ان کو حاصل کیسے کریں گے۔ پہلے آدمی کو پتہ ہو الفاظ کا، پھر اس کی حقیقت معلوم کرتا ہے، پھر اس کو حاصل کرتا ہے۔ یہ تین مرحلے ہوتے ہیں۔ اب مولوی صاحب اتنا عرصہ نقشبندیہ سلسلے میں رہے ہیں اور اصطلاحات ہی معلوم نہیں کہ وہ سات اصطلاحات کیا ہیں!

باطنی کیفیات

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِیۡثِ کِتَابًا مُّتَشَابِھًا مَّثَانِیَ تَقۡشَعِرُّ مِنۡهُ جُلُوۡدُ الَّذِیۡنَ یَخۡشَوۡنَ رَبَّھُمۡ ثُمَّ تَلِیۡنُ جُلُوۡدُھُمۡ وَ قُلُوۡبُھُمۡ اِلٰی ذِکۡرِ اللّٰہِ (ترجمہ: اللہ وہ ذات ہے جس نے بہت اچھی بات نازل فرمائی جو کتاب ہے جس کے مضامین ملتے جلتے ہیں، رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں ان لوگوں کے جلد پر جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ پھر ان کی جلد اور ان کا دل اللہ کے ذکر پر نرم پڑ جاتا ہے) یہ

کیفیت بیان ہوگئی آیت میں۔ لُیُونتِ قلبی اور لُیُونتِ جلدی۔ایک کیفیت بیان ہوئی تَقشَعِرّ اور ایک ہوئی لیونت جلد کی اور دل کی۔

رونگٹے کھڑے ہونے کامفہوم

ایک کیفیت بیان ہوگئی کہ رونگٹے کھڑے ہوجانا۔رونگٹے کھڑے ہوجانا یہ ہے کہ کبھی آپ چوک سے گزر رہے ہوں اور تیز رفتار گاڑی زور سے آپ کے پاس آکر بریک مارے اور آپ اس کے ساتھ ٹکراتے ٹکراتے بچ جائیں تو اس وقت سارے بدن پر ایک اثر آتا ہے، سارے بال کھڑے ہو جاتے ہیں، دل کی دھڑکن فوراً تیز ہوجاتی ہے، بدن لرزنے لگ جاتا ہے، یہ تَقشَعِرّ کا مصداق ہے۔یا اگر آپ چل رہے ہیں آگے سانپ آکر کھڑا ہوگیا تو اس وقت جسم پر لرزہ طاری ہونا بھی تَقشَعِرّ والی کیفیت ہے(۱)...اور دوسری کیفیت ثُمّ تَلِینُ جُلُوْدُھُم وَقُلُوبُھُمْ اِلیٰ ذِکْرِاللّٰہ جلد کا اور دل کا نرم ہوجانا۔تَقشَعِرّ مضارع ہے،اس کا مصدر اِقْشِعْرَار ہے(۲) تو ایک کیفیت اِقْشِعْرَار ہوئی۔اب لُیُونت یہ ہے کہ ان کا دل اور جلد اللہ کے ذکر سے نرم ہو جاتے ہیں۔جلد کا بھی معنیٰ کیا گیا ہے اور بدن کا بھی اور دل کا بھی کہ ان کا بدن اور ان کا دل اللہ کے ذکر سے نرم ہوجاتے ہیں۔

'لیونت' حدیث کی روشنی میں

حدیث شریف میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ رات کو تہجد کی نماز پڑھتے تو آپ کے سینے سے ایسی آواز آتی تھی جیسے ہنڈیا کے اُبلنے کی آواز یا چکی کے چلنے کی آواز۔ہمارے حضرت صاحب کی زبانی مجھے یاد ہے اوکازیزالمرجل (۳) جس طرح چکی کے چلنے کی آواز ہو یا جیسے ہنڈیا اُبلتی ہو۔تو حدیث میں لیونت قلب کی یہ کیفیت بیان ہوئی ہے۔اس کا مصداق یہ ہے کہ کسی کو سخت غم لاحق ہو، مثلاً بیٹا حادثے میں مرگیا ہو تو جب وہ بات کرتا ہے تو ایسے محسوس ہوتا ہے کہ اس کے اندر سے ایک آہ نکل رہی ہے اور اس کا گلا اٹک رہا ہوتا ہے، جسے آپ لوگ choking کہتے ہیں، گلا رندھ رہا ہوتا ہے۔

میرے پڑوس میں ایک پروفیسر صاحب تھے۔میں حضرت مولانا صاحب سے ملاقات کرکے واپس

---

(۱) اقشعر جلدہ وقف شعرہ اذاعرض لہ خوف شدیدمن امرھائل دھمہ بغتۃ. (روح المعانی ۲۳/۲۵۹)

(۲) القاموس الوحید: ۲/۱۳۱۵ (طبع ادارہ اسلامیات لاہور)

(۳) عن مطرف عن ابیہ قال اتیت النبی ﷺ وھویصلی ولجوفہ ازیز کازیزالمرجل. یعنی یبکی تابع التنحنح فی الصلوٰۃ. (السنن الکبریٰ للنسائی رقم: ۱۱۳۵، شمائل الترمذی: ۳۱۳)

آ رہا تھا دھوبی گھاٹ کی جانب سے تو راستے میں بہت سے لوگ کھڑے تھے۔ میں نے کہا کیا بات ہے؟ انھوں نے بتایا کہ پروفیسر ضیاء صاحب کے بیٹے کا حادثہ ہو گیا اور مر گیا۔ وہ ایم ایس سی کا سٹوڈنٹ تھا، ان کی بس ٹور پر جا رہی تھی، جونہی وہ دوڑ کر گھر سے نکلا اور بس کے دروازے میں لٹکنے لگا تو گرا اور بس کا ٹائر اس پر گزر گیا۔ اس کو ہسپتال لے کر گئے۔ وہ میرے بیٹے کا کلاس فیلو تھا، قد وغیرہ میں بھی اُس کی طرح تھا۔ میں نے سوچا کہ یا اللہ! اگر اس کی جگہ میں ہوں اور خدانخواستہ میرے بیٹے کی لاش آ رہی ہو، جب میرا یہ دھیان ہوا تو مجھ پر ایسی کیفیت ہوئی کہ جیسے میں چکرا کر گر رہا ہوں، اتنا غم اس کا محسوس ہوا۔ پھر میں نے سوچا کہ اگر ابھی اس کا باپ نکلے اور میں یہاں چکرا کر اس کے سامنے گروں تو وہ بیچارہ تو مر جائے گا۔ مجھے تو اسے حوصلہ دینے کی ضرورت ہے۔

ہمارے حضرت تھانویؒ نے بحث لکھی ہوئی ہے۔ سارے اہلِ تصوف نے اس کو لکھا ہوا ہے کہ فکر طاری ہوتی ہے اور بڑھتی بھی ہے اور زائل بھی ہوتی ہے اور یہ محض خیال ہی ہے۔ طاری ہونے والی فکر خیال ہی ہے۔ خیال کو متبادل خیال سے آپ ٹال سکتے ہیں۔ میں نے فوراً دھیان شروع کیا کہ حادثاتی موت ہوئی، شہادت ہو گئی، اجر و ثواب ہے، آخرت کی نجات ہے، والدین کے لیے سرمایہ ہے اور اتنی بڑی خیر اس کے ساتھ متعلق ہے تو میری کیفیت فوراً زائل ہو گئی اور بس پھر میں گرنے سے فوراً سنبھل گیا۔ اتنے میں اس کی لاش ایمبولنس سے اندر لائی گئی، اس کا باپ نکلا۔ جونہی وہ نکلا میں آگے بڑھا اور کہا: ''السلام علیکم۔ یار ضیاء صاحب! کیا زندگی ہے، تھوڑی زندگی ہے، کوئی جا رہا ہے، کوئی جانے والا ہے، یہ چلا گیا پہنچ گیا منزل تک، ہم بھی جائیں گے، پہنچ جائیں گے منزل تک، یہ تو بس ایک سفر ہے جس میں سب چل رہے ہیں، اس میں کوئی خاص بات تو ہے نہیں، اور کتنی اچھی اس کی وفات ہوئی ہے، شہادت ہو گئی ہے، اس کو کتنے درجے ملے''۔ بس آدمی کو حوصلہ ہو گیا۔ بولا کہ دیکھیں ڈاکٹر صاحب اس کی جیب سے یہ کاغذات نکلے ہیں یہ آیتیں لکھی ہوئی ہیں، لڑکوں کی جیبوں سے لڑکیوں کی تصویریں نکلتی ہیں اور مختلف چیزیں ہوتی ہیں۔ میں نے کہا کہ دیکھیں کتنی مبارک بات ہے! تو جس وقت کوئی فکر طاری ہوتی ہے انسان پر تو اُس فکر کا اس کے بدن پر بھی حال آتا ہے جس طرح کازیز المرجل چلتی ہوئی چکی یا اُبلتی ہوئی ہنڈیا... کہ آپ کے سینہ مبارک سے ایسی آواز آتی تھی گویا ہم اپنی دنیا کے مال کا نقصان، جان کا نقصان، اولاد کا نقصان، سخت بے عزتی ہو جانا، سخت مشکلات پیش آنا تو اس سے ہم پر ایک حال طاری ہوتا ہے اور یہ چیز ہماری آواز کو متاثر کرتی ہیں، سانس کو متاثر کرتی ہیں، یہ وہ کیفیت ہے۔ یہ اس برخوردار کے سوال کے جواب میں کہ یہ کیفیت باطن پر طاری ہوتی ہے جو کہ احادیث میں بیان کی گئی ہے۔

ایک واقعہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تیر لگا۔ جب نکال رہے تھے تو تکلیف ہو رہی تھی۔ کہا گیا

جب یہ نماز کے لیے کھڑے ہوں تب تیر نکالیں۔ جب وہ نماز کے لیے کھڑے ہوئے تو اُن لوگوں نے تیر نکال کر باہر پھینک دیا۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپؓ نے فرمایا کہ آپ لوگ شاید تیر نکالنے کے لیے آئے ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ حضرت! تیر تو ہم نکال بھی چکے ہیں تو انھوں نے کہا کہ مجھے تو پتہ ہی نہیں چلا (فضائل اعمال صفحہ ۳۸۱) گویا اس وقت قلب اور بدن پر ایک حال طاری تھا۔ درد کا احساس ہی نہیں ہوا۔

لیونت جلدی وقلبی کی کیفیت

ثم تلین جلودھم و قلوبھم الیٰ ذکر اللہ اس پر انشاءاللہ غور کرتے رہیں گے، کتابوں میں بھی دیکھیں گے کہ یہ کیا ہے؟ نرم پڑ جانا... جب آدمی کوئی غم، کوئی خاص کیفیت کی بات سنے تو انسان کی آنکھوں سے آنسوؤں کا جاری ہونا☆... ہم جو یہاں پر نعت خوانی کرتے ہیں سلسلے میں تو دل پر بھی ایک کیفیت محسوس ہوتی ہے، آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں تو یہ لیونت ہے۔ کہ دل پر بھی ایک حال آتا ہے اور آنکھوں سے بھی آنسو جاری ہو جاتے ہیں اور اس حال کو سارا بدن بھی محسوس کرتا ہے، سارے بدن میں ایک قسم کی نرمی محسوس ہوتی ہے، یہ لیونتِ قلبی اور لیونت بدنی بیان ہوگئی (۱)۔

---

(۱) **عن قتادة انه قال فی الآیة ھذانعت اولیاء اللہ تعالیٰ، قال تقشعر جلودھم وتبکی اعینھم وتطمئن قلوبھم الیٰ ذکر اللہ۔ (روح المعانی، ج:۲۳، ص: ۲۵۹، طبع بیروت)**

والمعنی انھم اذاسمعواالقرآن وقوارع آیات وعیدہ اصابتھم رھبة وخشیة تقشعرمنھاجلودھم واذاذکرورحمة اللہ عندسماع آیات وعدہ تعالیٰ والطافه تبدلت خشیتھم رجاء ورھبتھم رغبة ثم تلین جلودھم وقلوبھم الیٰ ذکر اللہ ای ساکنة مطمئنة الیٰ ذکررحمته تعالیٰ. (حوالہ بالا)

حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ فرماتی ہیں کہ صحابہ کا عام حال یہی تھا کہ جب انکے سامنے قرآن پڑھا جاتا تو انکے آنکھوں میں آنسو آجاتے اور بدن پر بال کھڑے ہو جاتے۔ (قرطبی، ج:۱۵، ص:۲۱۸، طبع مکتبہ حقانیہ پشاور)

☆ اس آیت میں دو کیفیات بیان ہوئیں، پہلی کیفیت **اقشعرار** (رونگٹے کھڑے ہونا) مؤمنین کاملین کو وعیدات اور تذکرہ جہنم کی آیات سننے پر پیش آتی ہے، جس سے انکے آنسو جاری ہوتے ہیں اور بدن کے بال کھڑے ہو جاتے ہیں، پھر جب وہ آیات رحمت سنتے ہیں تو وہ خوف ورہبت، رجاء وامید میں بدل جاتی ہے اوران کے قلوب میں اطمینان کی ایسی کیفیت پیدا ہوتی ہے کہ وہ عمل پر آمادگی اوراس میں آسانی پیدا کرتی ہے۔ یہی دوسری کیفیت ہے علامہ آلوسیؒ لکھتے ہیں کہ یہ کاملین کی حالت ہے اور بعض سالکین کو اس سے بڑھ کر صعقہ (چیخ) یا وجد کی جو کیفیات آتی ہیں وہ بھی ممکن ہیں لیکن کمال نہیں۔ (روح المعانی، ج:۲۳، ص:۲۶۰، طبع بیروت)

مفسرینؒ نے اس آیت کی تفسیر میں صعقہ اور غشی وغیرہ کی نفی کی ہے اور اسے غیر شرعی اور شیطانی (بقیہ اگلے صفحے پر)

غلبہ حال اورفکرطاری ہونے کے واقعات

ہمارا جو دیہاتی علاقہ ہے اس کی زمینیں ایک تو قابل کاشت ہوتی ہیں اور ایک جنگلات ہوتے ہیں۔ جنگلات سے لکڑیاں کاٹ کر لاتے ہیں اس کے علاوہ جنگلات میں گھاس بھی اُگتی ہے۔ گرمیوں میں تو جانور چرتے رہتے ہیں اور سردیاں ہو جائیں تو اس گھاس کو کاٹ کر پھر سردیوں کے لیے ذخیرہ کرتے ہیں۔ پتہ نہیں آپ کے علاقے میں گھاس ہوتی ہے یا نہیں۔ ہمارے علاقے میں اُس گھاس کو 'سرڑ' اور وہاں کی پشتو میں 'سرگڑے' کہتے ہیں۔ میں مویشی وغیرہ خود بھی پالتا ہوں تو مجھے اندازہ ہے کہ اس سرگڑے کا Fat Content بہت زیادہ ہے۔ سرگڑے کاٹنے کے لیے جب لوگ جاتے تو یہ بڑا دیہاتی فنکشن ہوا کرتا تھا، بڑا زبردست میلہ ہوتا تھا، ڈھول سُرنا بھی ہوتے تھے۔ کھانے کے لیے اس دن دیسی گھی پگھلا کر بڑے بڑے پراتوں میں ڈالا جاتا، اس میں گڑ ڈالتے، پھر اس میں چاول یا روٹیاں ڈال کر کھاتے تھے۔ اس کو 'اشر' کہا کرتے تھے۔ ہمارے والد صاحب کے ایک دوست نے کہا کہ جی ہماری اشر تھی گھاس کاٹنے کی، لوگ گھاس کاٹ رہے تھے۔ جب میں ان کے لیے کھانا پہنچانے کے لیے گیا تو میں نے دیکھا کہ ایک آدمی کی گھاس کی گڈیوں کی قطار پر مسلسل خون لگا ہوا ہے۔ کہتے ہیں کہ میں نے آواز دی کہ 'لگ زان اُوگورے چه چا خو گوته نه ده خوگ کڑے'

بقیہ صفحہ گذشتہ: اثر کہا ہے، حکیم الامت حضرت تھانویؒ اس کی توجیہہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں: اس آیت میں ایک وجد لطیف مذکور ہے اور اس سے صعقہ وغیرہ کا ابطال لازم نہیں آتا اور بعض سلف سے جو اس پر انکار منقول ہے وہ مرائین (ریاکاروں) وغیر متقین پر محمول ہے۔ (بیان القرآن، ج:۳، ص:۲۹۴)

حضرت تھانویؒ کی توجیہہ کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ علامہ ابن سیرینؒ نے فرمایا اگر ان بے ہوشی طاری ہونے والوں میں سے کوئی دیوار پر ٹانگیں لٹکائے بیٹھا ہو اور اس کے سامنے قرآن پڑھا جائے اور وہ وجد میں آ کر گر پڑے تو میں یقین کرلوں گا کہ یہ اپنی کیفیت میں سچا ہے۔ (قرطبی، ج:۱۵، ص:۲۱۹)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں کہ خوف و رعب کی کیفیت طاری ہو کر ان کا قلب و قالب اور ظاہر و باطن اللہ کی یاد کے سامنے جھک جاتا ہے اور اللہ کی یاد انکے بدن اور روح دونوں پر ایک خاص اثر پیدا کرتی ہے یہ حال اقویائے کاملین کا ہوا، اگر کبھی ضعفاء اور ناقصین پر دوسری قسم کی کیفیات و احوال طاری ہو جائیں مثلاً غشی اور صعقہ وغیرہ تو اسکی نفی آیت سے نہیں ہوتی اور نہ انکی تفضیل ان پر لازم آتی ہے، بلکہ اس طرح از خود رفتہ اور بے قابو ہو جانا عموماً وارد کی قوت اور مورود کی ضعف کی دلیل ہے، جامع ترمذی میں ایک حدیث بیان کرتے وقت ابو ہریرہؓ پر اس قسم کے بعض احوال کا طاری ہونا مصرح ہے۔ واللہ اعلم (تفسیر عثمانی، ص:۶۱۴)

کہ اپنے آپ کو دیکھو کہ کسی نے اُنگلی تو نہیں کاٹی۔ایک آدمی نے کہا کہ زما خو گوته نیشته! اس نے جو درانتی ماری ہے تو اُنگلی کاٹ کے پھینک دی ہے لیکن اس پر جو حال طاری ہوا ہے تو اُس میں اسے پتہ ہی نہیں چلا، وَجد جو طاری ہے! اس میں اُنگلی کو کاٹ رہا ہے اور اس کو درد ہی نہیں ہو رہا۔ سبحان اللہ۔ میرے سامنے بیٹھے ڈاکٹر صاحبان حیران رہ گئے!

ایک دفعہ ہم رائے ونڈ کے اجتماع پر جا رہے تھے۔ فجر کی نماز سے پہلے ہی ہم مسجد فردوس سے چلے، چمکنی کے پاس ایک پل ٹوٹا ہوا تھا، وہاں پل کی تعمیر جاری تھی اور اس کے ساتھ Diversion (متبادل راستہ) بنایا گیا تھا، جگہ خطرناک تھی، اس لیے پہلے ریت رکھی گئی تھی پھر دیوار بنائی گئی تھی کہ آنے والی بسیں اس پر سے گر نہ جائیں اور صبح کے وقت یہ اجتماعات کی بسیں چونکہ جاتی تھیں... پولیس والوں میں بعض اچھے افسر بھی ہوتے ہیں... تو کسی افسر نے صبح وہاں ڈیوٹی پر ایک آدمی کو کھڑا کیا ہوا تھا صبح کے وقت... صبح کی نماز سے پہلے اور بعد کا وقت کافی خطرناک ہوتا ہے ڈرائیونگ کے لیے... اس جگہ وہ پولیس والا لائٹیں مار رہا ہے.. یہ سرکاری ڈرائیور جو ہوتے ہیں بسوں کے، یہ بڑے بے وقوف ہوتے ہیں، ہمارے ڈرائیور نے کہا 'دا پولیس والا ماته ټارچ خئی!' اس نے اُس کے ٹارچ مارنے پر گاڑی اور بھی زیادہ تیز کر لی۔ بس پھر کیا تھا، بس کو جونہی تیز کیا آگے ریت میں گئی، لیکن جونہی اس نے دیکھا کہ ریت اور آگے دیوار ہے تو بریک بھی دے ماری۔ دیوار سے بس ٹکرا گئی اور رُک گئی۔ صبح کی نماز کا وقت تھا، ہم نے کہا کہ چلیں ہم نماز پڑھ لیں۔ ڈرائیور نے کہا کہ میری یہ جگہ درد کر رہی ہے، اس کو ہم نے کپڑے سے باندھ دیا اور نماز پڑھ کے واپس آئے تو ساتھیوں نے کہا: سُبۡحَانَ الَّذِیۡ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقۡرِنِيۡنَ وَاِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنۡقَلِبُوۡنَ اور وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدۡرِهٖ وَالۡاَرۡضُ جَمِيۡعًا قَبۡضَتُهٗ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطۡوِيّٰتٌ بِيَمِيۡنِهٖ سُبۡحٰنَهٗ وَ تَعَالٰى عَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ جب پڑھ لیا جائے تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سوار کو اور سواری کو اگر نقصان ہو جائے تو میں اس کا جرمانہ دینے کو تیار ہوں، تاوان میں دوں گا۔ (عمل اليوم والليلة لابن السنی، رقم: ۵۰۰) تو ہم نے سفر کے شروع میں یہ دعا پڑھی ہوئی تھی۔ اب بندے تو سارے بچ گئے تھے، سواری بھی بچی ہوئی ہونی چاہئے۔ خیر ڈرائیور آیا، اس نے چابی گھمائی اور گاڑی سٹارٹ ہو گئی، اس نے کہا کہ کمانی ٹوٹی ہوئی ہے لیکن خیر حسن ابدال میں لگا سکتے ہیں، مجھے درد بھی ہو رہا ہے۔ میں نے کہا کہ 'غگ غوگ ورته مه کوئے، بس پریگده یے' یہ ڈرائیور گاڑی کو رائے ونڈ لے گیا اور پھر واپس بھی لایا ہے۔ یہاں آنے کے بعد اس نے ایکسرے کروایا تو اس کا فریکچر تھا لیکن جب تک اس کے باطن نے اُس فریکچر کو نہیں مانا ہوا تھا اور توجہ نے، فکر نے، قوتِ متخیلہ نے شکست نہیں کھائی ہوئی تھی تو وہ چل رہا تھا۔

سبحان اللہ۔

ایک درد کا مارا آدمی جب چیخ مارتا ہے تو ہر آدمی کا دل محسوس کرتا ہے کہ اس میں درد ہے۔ میں لاہور میں ہوتا تھا تو وہاں ایک شاعر ہوتا تھا، اس کا دیوان بھی ہے، اس کا نام شاید ساغر صدیقی تھا۔ اس کا ایک شعر تھا کہ

فقیہہ شہر نے تہمت لگائی ساغر پر
یہ شخص درد کی دولت کو عام کرتا ہے

تو درد والے کی چیخ کو آدمی کا دل محسوس کر لیتا ہے کہ اس میں درد ہے۔ یہ کیفیات دل کے بارے میں بیان ہوئی ہیں جن کو قرآن و حدیث سے میں نے بیان کر دیا۔

ذکرِ قلبی کی حقیقت

ایک بار حضرت مولانا صاحبؒ نے ہم سے کہا کہ آپ کو ذکر قلبی سناؤں؟ ہم نے کہا سنائیں۔ ہم کوئی چار پانچ لڑکے بیٹھے ہوئے تھے۔ انھوں نے اپنا منہ بھی بند کر دیا، زبان بھی بند کر دی اور اللہ اللہ شروع کیا تو ان کے سینے سے آواز آنے لگی جیسے گھڑی کی ٹک ٹک کی آواز ہوتی ہے۔ پھر اُنھوں نے فرمایا کہ یہ ذکرِ قلبی نہیں ہے حالانکہ ہم نے باقاعدہ ان کے دل سے آواز سنی۔

عام طور پر لوگوں نے جو کہا ہے کہ دل ہلتا ہے اور اچھلتا ہے، اس کو ذکرِ قلبی کہتے ہیں تو یہ ذکر قلبی نہیں ہے۔ نقشبندی حضرات جو لطائف کو جاری کر دیتے ہیں تو یہ بھی اصل میں پیچھے سے وہ کیفیت ہے جو طاری ہوئی ہے، اس میں دل کا اچھلنا محسوس ہوتا ہے، آدمی کو آواز آنا محسوس ہو جاتی ہے۔ 'اصلاحِ نفس' میں اس بات کو میں نے لکھا ہوا ہے کہ حضرت مولانا صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ ذکرِ قلبی نہیں۔ ذکر قلبی اللہ کا وہ دھیان ہے جو انسان کو گناہ سے روک لے۔ اگر میرا دل خوب اُچھلتا ہے اللہ اللہ کرتے ہوئے، لیکن میں گناہ سے، رشوت سے، عورتوں کو دیکھنے سے نہیں رُکتا، گالی دینے سے میری زبان نہیں رکتی، دُکان پر غلط تولنے سے میرا ہاتھ نہیں رُکتا، تو دل میرا بہت اُچھلتا رہے ناں لیکن مجھے ذکرِ قلبی حاصل نہیں!

ہمارے یہاں پر ایک مولوی صاحب ہوتے تھے، وہ قادریہ سلسلے میں بیعت تھے، اُنھوں نے مشق کی ہوئی تھی، ان کا دل ایسے اچھلتا تھا۔ ایک دفعہ ہم ایک دعوت میں اکھٹے چلے گئے۔ وہاں ایک بزرگ بھی آئے ہوئے تھے۔ یہ مولوی صاحب ان کے سامنے بیٹھے اور اپنے دل کو اُچھالا تاکہ ان کو یہ پتہ چلے کہ ذکرِ قلبی یہ ہے۔ ایک دفعہ ہم مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک پاکستانی آیا روضہ شریف کے سامنے بیٹھا۔ اس نے دھیان کیا تو اس کا دل ایسے اُچھلنے لگا۔ ایک ترکی بھی سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ ترکی میں بھی نقشبندیہ سلسلہ ہے۔ وہ تُرک یہ دیکھ کر

حیران ہوگیا کہ ذکرِ قلبی ہورہا ہے۔

یہ کیفیات جو میں نے قرآن وحدیث سے بیان کردیں اگر یہ نہ بھی ہوں تو اصل یہ ہے کہ آدمی کو اللہ کا دھیان ایسا حاصل ہو کہ ہر وقت اللہ مجھے دیکھ رہا ہے اور اللہ کی یاد دل میں ایسے ہو جیسے کہ کوئی آدمی جب دکان پر جاتا ہے اور گھر میں بچہ بیمار پڑا ہوا ہو تو وہ کام کررہا ہے لیکن اس کا دل وہاں گھر پر ہے کہ بچے کا کیا ہوا ہوگا، اس کا بخار ٹوٹا ہوا ہوگا کہ نہیں، اس نے کھانا کھایا ہوا ہوگا کہ نہیں، اُلٹی بند ہوئی کہ نہیں، وہ اسی دھیان میں لگا ہوا ہے، اگرچہ بظاہر سودا تول کردے رہا ہے لوگوں کو۔ آج کل تو موبائل ہوگئے، پہلے بزرگوں نے اس مثال کو اتنا ہی بیان کیا ہوا ہے۔ اب الطاف صاحب کلاس ختم ہونے کے بعد موبائل پر کہتا ہے کہ ماشوم سنگه دے؟ خه دے؟ اُلٹے بندی شوی دی؟ تبه ئے سنگه ده؟ (بچہ کیسے ہے؟ ٹھیک ہے؟ قے بند ہوئی ہے؟ بخار اترا ہے؟) تو اس کا دل وہاں کی یاد میں لگا ہوا ہے، یہ کیفیت ہے۔ باقی دل ہل رہا ہے، اچھل رہا ہے، ٹک ٹک کررہا ہے، نہیں کررہا، یہ اتنا اہم نہیں۔

ڈاکٹر صاحبان! یہ عجیب تجربہ آپ کو سناؤں کہ ذکرِ جہری شروع میں میں نے بہت باقاعدہ کیا ہے، اچھے طریقے سے آدمی کرے تو ایک گھنٹہ لگتا ہے اور اگر تیز کرے تو ۴۵ منٹ لگتے ہیں، ۴۰ منٹ تو لگتے ہی ہیں اس پر، ان دنوں ایسا ہوگیا کہ ٹکا ٹک کی آواز مجھے اندر سے آنی شروع ہوگئی۔ ہم تو سائنسی لوگ ہیں، ڈاکٹر لوگ ہیں، سوچ میں پڑ گئے کہ یہ آواز کیا ہے؟ تو مجھے اندازہ ہوا کہ fundus of stomach اوپر نیچے ہونا شروع ہوجاتا ہے دھیان اور خیال کی وجہ سے۔ یعنی flickering of the fundus of the stomach ہے اور یہ گہرے دھیان کی وجہ سے ہوجاتا ہے۔ اصل میں یہ بذاتِ خود کمال نہیں ہے، نہ ہی یہ ذکر ہے۔ اصل وہ دھیان ہے جو طاری ہوگیا انسان پر اور وہ ایسا ہونا چاہیے جو کہ اسے گناہ سے روکے اور نیکی پر ڈالے، ورنہ یہ حرکتیں ہوجانا کچھ خاص بات نہیں۔

ذکرمیں حرکت قلبی سے بیماری ممکن ھے

سوال: یہ دل کا ذکر، یہ حرکت جو شروع ہوجاتی ہے، اس سے کوئی بیماری وغیرہ ہوسکتی ہے؟

حضرت صاحب: اس سے بیماری بھی ہوسکتی ہے۔ اب پتہ نہیں کہ ڈاکٹر صاحبان اس کو کیا سمجھیں گے، کیا کہیں گے، مجھے ذکر بالجہر میں حرکتِ قلبی کی آواز آنے کے بعد بدن پر بہت کمزوری طاری ہوگئی۔ مجھے احساس اس طرح ہوا کہ کسی ہڑتال وغیرہ کی وجہ سے ہمارا کالج بند ہوگیا۔ ہمارے گھر کے پاس خالی سرکاری زمین تھی۔ ہم دیہاتی لوگوں کا یہ کاشتکاری وغیرہ کا مشغلہ ہوتا ہے۔ میں نے کدال لی اور اس میں کام شروع کردیا، تین چار کدال میں

نے مارے تو مجھے اندازہ ہوا کہ مجھ میں تو دَم ہی نہیں ہے۔ اب اس کا کیا کریں؟ ڈاکٹری لحاظ سے سارے ٹیسٹ ٹھیک ہیں! تو یہ کیا بات ہے! ضعفِ قلب ہو گیا مجھے؟ ضعفِ قلب پر حکمت میں بحث ہے۔ میں نے حضرت مولانا صاحبؒ سے عرض کیا۔ اُنھوں نے فرمایا کہ آپ جہری ذکر چھوڑ دیں۔ میں نے چھوڑ دیا۔ کچھ عرصہ بعد طبیعت بحال ہو گئی۔ دوبارہ ذکر شروع کیا میں نے تو پھر ضعفِ قلب ہو گیا۔ بالآخر میرے بارے میں یہی مشورہ تھا کہ آپ کی صحت اور بدنی حالت کی وجہ سے برداشت نہیں ہے اور چونکہ جہری ذکر اصلاح کے لیے ضروری بات نہیں بلکہ یہ محض ایک طریقہ ہے، اس کے علاوہ اور بھی طریقے ہیں، پھر میرا جہری ذکر مستقل بند کرا دیا۔ اب میں ساتھیوں کے ساتھ مجلس میں جو جہری ذکر کرتا ہوں بس یہی کر سکتا ہوں، اس کے علاوہ نہیں کر سکتا۔

نیند آنا نعمت عظمیٰ ہے

سوال: جب آنکھ بند کئے ہوئے ذکر کرتے کرتے نیند آ جائے تو اس کی کیا وجہ ہے؟

حضرت ڈاکٹر صاحب: یہ تو شکر ہے اللہ کا کہ نیند آ جاتی ہے۔ نیند تو اللہ کی نعمت ہے، رحمت ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ تو بہت بلند پایہ صوفی ہیں۔ کھانے کے بارے میں اتنی سختی کرتے ہیں کہ فرماتے ہیں کہ جو لوگ ۲۴ گھنٹوں میں دو بار کھانا کھاتے ہیں ان کو اللہ کا تعلق کیسے نصیب ہوگا (۱)، مطلب یہ کہ ۲۴ گھنٹوں میں ایک مرتبہ کھانا چاہیے، پھر آگے لکھتے ہیں کہ اگر صبر نہیں ہوتا تو چلو ایک بار کھانے کی جو مقدار بنتی ہے اسے دو حصوں میں تقسیم کر کے ایک بار دن میں اور ایک بار رات میں کھائیں، بارہ گھنٹے کے وقفے کے ساتھ لیکن نیند کے بارے میں امام غزالیؒ اپنی کتاب احیاء العلوم میں لکھتے ہیں کہ نیند آٹھ گھنٹے ہونی چاہئے (۲) واقعی اگر میں سات گھنٹے نیند نہ کروں تو میں کام نہیں کر سکتا، چھے گھنٹے سونے سے برداشت ہوتی ہے، پانچ گھنٹے نیند کروں تو سخت کیفیات بیان اور ذکر میں آتی ہیں کہ چیخیں نکلنے کو ہوتی ہیں اور چار گھنٹے کروں تو مجذوب ہو جانے کا خطرہ ہوتا ہے۔ اس لئے اگر کسی کو نیند آ رہی ہو تو نیند کو بھگانے کی کوشش نہ کیا کریں۔ حدیث شریف میں ہے کہ اگر آدمی نماز تہجد پڑھ رہا ہو اور اسے نیند آنے لگے تو اسے چاہیے کہ پہلے اپنی نیند پوری کرے، ایسا نہ ہو کہ پتہ ہی نہ ہو کہ نماز میں کیا پڑھ رہا ہے (۳)۔ یہ ضروری نہیں کہ بندہ لگاتار آٹھ گھنٹے نیند کرے۔ اس کے علاوہ ہر ایک آدمی کی اپنی استعداد ہوتی ہے، جیسا کہ میں نے اپنے بارے میں بتایا کہ میری نیند سات گھنٹے ہے، اور بعض کی آٹھ گھنٹے بھی ہوتی ہے، چھے گھنٹے عام آدمیوں کی

(۱) احیاء علوم الدین، ج:۳، ص:۱۴۶۔ (۲) احیاء علوم الدین، ج:۱، ص:۶۱۴

(۳) عن عائشہؓ قالت قال رسول اللہ ﷺ اذا نعس احدکم وهو یصلی فلیرقد حتی یذهب عنه النوم فان احدکم اذا صلی وهو ینعس لعله یذهب یستغفر فیسب نفسه. (ترمذی: رقم: ۳۵۵)

ہوتی ہے۔ بعض سائیکاٹرک مریض ہمارے واقف ہیں تو ان کے لیے نو یا دس گھنٹے ہیں۔ بعض سائیکاٹرک مریضوں کا یہ حال ہے کہ وہ اچھے دیندار، حج کئے ہوئے لوگ ہیں، وہ رات کو دوائی کھا کر سوتے ہیں، پھر وہ صبح کو جس وقت جاگتے ہیں نماز اُسی وقت پڑھتے ہیں، بروقت اُٹھ ہی نہیں سکتے، تو انسان ہے جتنا اس کے بس میں ہے اللہ نے اتنا ہی مقرر کیا ہوا ہے۔

حقوق کی ادائیگی اصل انسانیت ہے

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لوگ بزرگ بننا چاہتے ہیں اور میں انسان بنانا چاہتا ہوں۔ باقی سلسلوں میں لوگ بزرگ بنا رہے ہوں ہم تو انسان بناتے ہیں۔ اگر آپ بہت زیادہ ذکر کر رہے ہوں، رات کو تہجد پڑھے، ذکر میں خوب روئے دھوئے اور ایسی دعائیں آپ نے مانگیں کہ دیکھنے والا بھی کہے کہ یہ تو بس عرشِ معلّٰی کے دروازے پر ہی کھڑا ہے اور جب صبح آپ ڈیوٹی پر آئے اور آپ نے ماتحت کو دو چار گالیاں دیں اور آنے والے مریض کو دو جھڑکیاں دیں، تو اس کا مطلب ہے کہ رات کو بیدار رہ کر آپ نے اپنے مزاج کو اتنا چڑچڑا کر دیا کہ دن کے وقت آپ انسان نہ رہے اور اللہ پاک یہ چاہتا ہی نہیں ہے آپ سے۔

درد دِل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

کروبیاں یعنی فرشتے۔ یہ تقریباً تیس سال پہلے کا واقعہ ہے کہ میں ایک دفعہ ایک مریض دکھانے کے لئے ایک جنرل فزیشن (ایسوسیئیٹ پروفیسر آف میڈیسن) کے پاس گیا۔ ان کے پاس جب میں بیٹھا تو ایک مریض آیا او پی ڈی میں وہ مریض cardiac patient تھا۔ بے چارہ دیہاتی سادہ لوح آدمی تھا، اُس نے کوئی بات بے تکی کر دی تو اس ڈاکٹر نے آگے سے ایسا غصہ کیا کہ میرا خیال ہوا کہ شاید اس مریض کی جان چلی جائے گی اور اگر پہلے سے مریض نہ بھی ہو تو اب تو ضرور مریض بن جائے گا۔ مجھے اس ڈاکٹر پر اتنا غصہ آیا کہ میرا خیال ہوا کہ اُٹھ کر یہاں سے چلا جاؤں، اسے مریض نہ دکھاؤں، اس کے پاس کبھی نہ آؤں، پھر خیال ہوا کہ اس کے بھائی، والد کے ساتھ ہمارے تعلقات ہیں، وہ متاثر ہو جائیں گے، اس لیے اس وقت تو میں ٹھہرا لیکن آئندہ کے لیے میں نے ارادہ کیا کہ اگر زندگی رہی تو پھر اس کے پاس کبھی نہیں آؤں گا۔ بلکہ اب تو میں خود اپنے آپ کو بھی اور مریض کو بھی کسی کو بھی دکھانا ہو تو او پی ڈی لے جایا کرتا ہوں، اضافی بوجھ نہیں ڈالا کرتا، جو میرا حق بنتا ہے اُسی کو لینے جاتا ہوں۔

حالانکہ اگر یہ ایم آر سی پی کے امتحان میں برطانیہ میں اس طرح کسی مریض کا معائنہ کرتا تو اس کو

پروفیسر کہتا کہ اگر تیرا باپ دادا بھی قبر سے اُٹھ کر یہاں آئے تب بھی میں تمہیں پاس نہیں کروں گا اگر چہ یہ سارا علم تجھے آرہا ہو۔ سپیشلسٹ ڈاکٹر ان کو پتہ ہے کہ اگر آدمی کو انجکشن لگانے کا کہا جا رہا ہے اور وہ آئے اور سیدھا مریض کو پکڑ کر انجکشن ٹھونک دے اور چاہے سارا علم اس کو ڈاکٹری کا آرہا ہو لیکن اس عمل پر اسے فیل کیا جاتا ہے کہ آپ کو مریض کو پہلے حوصلہ دلانا چاہئے تھا، اس کو Reassure کرانا تھا، اس کو بریفنگ دینی تھی کہ میں ابھی آپ کو انجکشن لگاؤں گا، بہت معمولی سا درد ہوگا، آپ کو کوئی خاص تکلیف نہیں ہوگی، کوئی خطرے کی بات نہیں، میں انجکشن لگا رہا ہوں آپ ذرا اُدھر دیکھیں، یہ باتیں ٹریننگ کا حصہ ہوتی ہیں، اگر ان باتوں کا آپ خیال نہ کریں تو باہر ممالک میں تو کیا پاکستان میں بھی پاس نہیں کرتے۔

(بقیہ: صفحہ ۱۷ سے آگے) حضرت یعقوب علیہ السلام بولے: 'نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے غم اور دکھ کی فریاد پیش کر رہا ہوں'۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا 'آپ نے جو دکھ بیان کیا خدا کو سب معلوم ہے'۔ پھر جبرائیل علیہ السلام چلے گئے اور حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے کمرے میں داخل ہوئے اور کہنے لگے۔ 'اے پروردگار کیا تجھے ایک بوڑھے آدمی پر رحم نہیں آتا، تو نے میری آنکھیں بھی لے لیں اور میری کمر بھی جھکا دی۔ پروردگار! میرے دونوں پھولوں کو مجھے لوٹا دیں کہ دونوں کو صرف ایک بار سونگھ لوں پھر تو جو چاہے میرے ساتھ سلوک کر'۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام پھر تشریف لائے اور فرمایا 'اے یعقوب علیہ السلام اللہ تعالیٰ تمہیں سلام کہتا ہے اور فرمایا ہے کہ یعقوب خوش ہو جاؤ۔ اگر تمھارے دونوں بیٹے مر گئے ہوتے تو بھی تمھاری خاطر انہیں زندہ کر کے اٹھا دیتا کہ تم دونوں کو دیکھ کر اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرتے'۔ (بکھرے موتی جلد ہفتم ص ۲۲۷)

(بقیہ: صفحہ ۳۳ سے آگے) فضائیں بھر جاتی ہیں۔ یہ ہنسی مذاق یا کھیل تماشہ نہیں، بلکہ وہ بھڑکتی ہوئی شعلہ بار آگ ہے جو ایمان کے خیموں کو جلا کر خاکستر کر دیتی ہے، یہ ذریعہ تفریح و راحت نہیں بلکہ وہ خوفناک کڑکتی بجلی ہے جو دین و مذہب اور تہذیب و ثقافت کو جلا کر بھسم کر ڈالتی ہے۔ لہٰذا ایمان والو! خود بھی اس سے بچو اور ایمان والوں کو بھی بچاؤ۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔ (آمین ثم آمین)

☆☆☆☆☆☆☆

اطلاع

انشاء اللہ آئندہ ماہانہ اجتماع بروز ہفتہ ۲۶ اپریل ۲۰۱۴ء کو خانقاہ میں منعقد ہوگا۔ بیان مغرب کی نماز کے بعد ہوگا۔

حالتِ نزع

(ایسوسیٹ پروفیسر ڈاکٹر فہیم شاہ صاحب، ڈیپارٹمنٹ آف میڈیسن، کوہاٹ میڈیکل کالج)

اس گھر سے اکثر شور کی آواز آتی رہتی۔ وجہ شور اور جھگڑے کی مختلف اوقات میں مختلف ہوتی۔ اس گھر کا سربراہ فوج سے صوبیدار ریٹائر تھا لیکن غربت کی وجہ سے کھانے پینے میں تفریط ہی تھی۔ میں بھی ایک دفعہ ان کے گھر گیا تھا۔ صوبیدار صاحب کی گھر والی کے الفاظ اب تک مجھے سنائی دیتے ہیں جیسے کل ہی کی بات ہو۔ ’دودھ بھی نہیں ہے اور چینی بھی۔ کیا میں کالی پتی کی چائے بنا کر دوں‘۔ میں صوبیدار صاحب کی ماں سے ملنے گیا تھا جو بیمار تھیں اور بڑھاپے کی وجہ سے چارپائی پر محتاجی کی زندگی گزار رہی تھیں۔ اس کو جب کہیں ادھر ادھر لے جانا ہوتا تو چونکہ بدن سے انتہائی کمزور رہی تھیں اس لئے اسے ریڑھی (جو کہ مزدور وغیرہ سیمنٹ اور ریت کے لئے استعمال کرتے ہیں) پر لے جاتے۔ کمر اس کی جھکی ہوئی تھی۔ ہاتھ میں اٹھا کر آسانی سے ریڑھی میں منتقل کرتے اور پھر واپس چارپائی پر۔ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب مبارکہ میں ارشاد فرماتے ہیں ’و من نعمرہ ننکسہ فی الخلق ط افلا یعقلون ‘ (ہم جس کی زیادہ عمر کر دیتے ہیں تو اس کو طبعی حالت میں الٹا کر دیتے ہیں سو کیا وہ لوگ نہیں سمجھتے) غرض میں نے بوڑھی عورت کو دیکھا اور تھوڑی دیر ان کے پاس بیٹھ کر واپس چلا آیا۔ صوبیدار صاحب کی گھر والی باتوں میں بہت تیز تھی۔ اپنی ساس کو کافی باتیں سنا دیتی۔ ایک دفعہ ایک سننے والی نے سنا کہ یہ عورت اپنے شوہر سے ساس کو گھر سے نکالنے کا کہہ رہی تھی۔ شوہر بڑی عاجزی سے جواب دے رہا تھا کہ تمہیں تو میں نے اپنی ماں کی خدمت کا نہیں کہا، میری ماں بوڑھی ہے، مجھے اس کی خدمت کرنے دو، یہ تمہیں کیا کہتی ہے، اس میں تو باتیں کرنے کی بھی سکت نہیں ہے، میں اس کو کس کے گھر لے جاؤں! اس عورت نے جواب دیا کہ اپنے باقی بھائیوں کے گھر اس کو بھیج دو، اُن کا بھی حق ہے اپنی ماں کی خدمت کرنے کا۔ غرض بیوی جیت گئی اور شوہر ہار گیا۔ اپنی ماں کو دوسرے کے رحم وکرم پر چھوڑ آیا۔ اس بوڑھی عورت کو بعد میں اس کی بیٹی نے ہی سنبھالا۔ اس عورت یعنی صوبیدار کی بیوی نماز میں سستی کرتی۔ دین کے باقی احکامات کی قدر نہ کرتی۔ یونہی زندگی کی گاڑی چلتی رہی۔ اولاد جوان ہوئی، ان کی شادیاں ہوئیں۔ بڑے بیٹے کی شادی ایسی عورت سے ہوئی جو کہ اس کے لئے جان لیوا ثابت ہوئی۔ وہ پاگلوں کی طرح حرکات کرتی۔ گھر سے باہر ایسے ہی چلی جاتی، لوگ اسے ’جھلو‘ کے نام سے پکارتے۔ شوہر بھی وفات پا گیا۔ اب اس کی آخری عمر شروع ہوئی۔ بیٹے اسے ناقدری کی نگاہ سے دیکھتے۔ ایک دن اسے فالج کا حملہ ہوا جس سے بدن کا ایک حصہ سُن ہو گیا۔ باتیں کرنے سے عاجز آ گئی۔ سننے کی صلاحیت اللہ نے برقرار رکھی۔

باتوں کا جواب اشاروں سے دینے لگی۔اس کی فالج کی بیماری زیادہ ہوئی تو ہسپتال میں داخل کر دیا گیا۔علاج معالجہ ہوتا رہا لیکن مرض میں افاقہ نہ ہوا۔جسم پر زخم کے نشان پڑ گئے۔ چھاتی میں بلغم جمع ہونے کی وجہ سے ہر وقت سینے سے کھڑ کھڑ کی آواز آتی تھی۔ناک کی نالی جو معدہ تک تھی،خوراک کا واحد ذریعہ رہ گئی۔تقریباً بیس دن تک ایک سرکاری ہسپتال میں سفارش سے پڑی رہی۔ان بیماروں کے رشتہ داروں کو ڈاکٹر حضرات سمجھا دیتے کہ بس اب خدمت کی ضرورت ہے جو گھر میں اچھے طریقہ سے ہو سکتی ہے۔اس کے رشتہ داروں کو بھی سمجھایا گیا لیکن بیٹے نے ہسپتال میں ہی پڑا رہنے کی استدعا برقرار رکھی۔غالباً اس لئے کہ یہاں پر کچھ تو خیال رکھا جاتا ہے جبکہ گھر میں تو بہوئیں قریب بھی نہیں آتیں۔ایک بزرگ کا شعر ہم پڑھا کرتے تھے۔

جیسی کرنی ویسی بھرنی نہ مانے تو کر کے دیکھ
جنت بھی ہے دوزخ بھی ہے نہ مانے تو مر کے دیکھ

جیسے اس عورت نے اپنی ساس کے ساتھ کیا ویسے ہی اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ کر رہا تھا۔غرض بیس دن بعد ڈاکٹروں نے مریضہ کو گھر بھیج دیا۔دس دن مزید ایسے ہی گزرے۔ ہر اگلا دن پچھلے دن سے بدتر ہی ہوتا۔ بڑا پیشاب نہ ہو سکنے کی وجہ سے پیٹ پھول گیا۔موت سے پہلے کے دن بڑے بے چینی کے دن تھے۔مریض کا خیال نہ کرنے کی وجہ سے بدن سے بدبو آنا شروع ہوگئی۔زخم بھی مزید خراب ہوگئے۔آخری رات بڑی تکلیف میں گزری۔موت تمام تکالیف کو ختم کر دیتی ہے۔اس کا بھی وقت پورا ہوا تو وہ بھی اس تکلیف دہ زندگی سے نجات حاصل کر گئی۔غسل کے وقت پیٹ بہت زیادہ پھول گیا تھا۔وضو کراتے وقت اور پانی ڈالتے وقت پاخانہ جاری ہو گیا جس کو بار بار صاف کیا جاتا رہا لیکن بند نہ ہوا تو آخر میں روئی وغیرہ وافر مقدار میں رکھ دی گئی۔ جنازہ پڑھ کر دفن کر دیا گیا۔ باوجود عرق وغیرہ چھڑکنے کے میت سے پاخانہ کی بدبو آتی رہی۔(اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت کرے۔آمین)

ایک بڑی بی کا اپنا تجربہ جو اس نے بیان کیا کہ جو عورت استنجاء کرنے میں احتیاط نہیں کرتی اس کے غسلِ میت کے وقت پیشاب پاخانہ نکلنے کا خطرہ ہوتا ہے۔ بہر حال اپنے اپنے گریباں میں جھانکنے کی بات ہے۔ ہمارے حضرت صاحب نے ایک بوڑھے آدمی کے بڑبڑانے پر تذکرہ کیا کہ ہم نے نماز جونہی ختم کی تو ایک بوڑھے آدمی کو دیکھا کہ وہ بڑبڑا رہا ہے۔قلب میں یہ خیال آیا کہ اس کی شروع کی زندگی بہت بے احتیاطی کی گزری ہے۔اپنے نفس پر اگر قابو نہ ہو تو آخری عمر میں انسان اپنی زبان پر قابو نہیں رکھ سکتا۔ابھی اسی دھیان میں تھا کہ قلب نے آواز دی کہ اپنی فکر کر۔اس کی جو گزری سو گزری اپنے خاتمہ بالخیر کی فکر کر اور اپنے بڑھاپے کی فکر

کر۔ پتا نہیں اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ کیا کرے گا۔ اللہ تعالیٰ ہی محفوظ فرمائیں۔ بے شک انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔ ہر وقت اپنے اللہ کے ہاں پیشی پر غور کرنا چاہیئے۔

میں ایک دفعہ انتہائی نگہداشت وارڈ (ICU) میں داخل ہوا تو ایک عورت کو زور زور سے روتے دیکھا۔ وہ اپنے چہرے کو اپنے ہاتھوں سے پیٹ رہی تھی یعنی زور زور سے بیان کر کے رو رہی تھی۔ میں نے نرس سے کہا کہ اس عورت کو کمرے میں لے جاؤ۔ وہاں پر تسلی دو تا آنکہ کوئی رشتہ دار آجائے جو اسے سنبھالے۔ بہرحال میرے کہنے پر نرس اسے ہاتھ سے پکڑ کر کمرے میں لے جانے لگی تو وہ بھاگ کر واپس اپنے شوہر کی میت پر جا کر بین کرنے لگی۔ ساتھ چھوٹے بچے بھی۔ میں اس مریض کی لاش کے پاس جا کر کھڑا ہوا، اس کے کاغذات دیکھے تو اس کی بیماری کے پیشِ نظر اس کا سنبھالے جانا ہی بہتر تھا۔ لیکن عورت نے وہ شور و غوغا مچایا ہوا تھا کہ ساتھ پڑے ہوئے دوسرے بیمار بھی پریشان ہو گئے تھے۔ چونکہ عورتوں کے دل نرم ہوتے ہیں اس لئے میں نے دیکھا کہ دیگر بیماروں کی عیادت والی عورتیں بھی اس کی پاس جمع ہو رہی ہیں اور اِس کی دیکھا دیکھی ان کی بھی رونے اور ہچکیوں کی آوازیں آنا شروع ہو گئی ہیں۔ بڑی مشکل سے عورتوں کو اپنے اپنے بیماروں کے پاس واپس بھیج کر اس میت کی آخری خدمت کر کے اسے عورت کے ساتھ رخصت کر دیا۔ اس بیمار کی آخری رات بڑی بے چینی میں گزری تھی۔ بستر سے ٹرالی میں ڈالتے وقت مختلف جگہوں سے رطوبتیں باہر نکلی ہوئی تھیں۔ بڑے پیشاب کی بدبو کا احساس بھی کافی تکلیف دہ تھا۔ پیشاب کے نکلنے سے بستر بھی گندہ تھا۔ آخری وقت انسان کی محتاجی دیکھنے کی ہوتی ہے لیکن یہ وقت آنے پر ہی پتہ چلتا ہے۔ اب تو ہم یونہی موج میلے میں زندگی گزار رہے ہیں۔ موت کے بعد کی زندگی کی طرف ہماری نگاہ نہیں جاتی اور نہ ہم قبروں سے عبرت حاصل کرتے ہیں۔ داؤد طائیؒ ایک ایسی عورت کے پاس سے گزرے جو کسی قبر پر بیٹھی ہوئی شعر پڑھ رہی تھی جن کا ترجمہ یہ ہے 'تو زندگی سے محروم ہوا اور اسے دوبارہ نہ پا سکا کیونکہ لوگوں نے تجھے قبر میں دفن کر دیا۔ بھلا میری آنکھوں میں نیند کہاں سے آئے کہ تو زمین کو تکیہ بنائے لیٹا ہوا ہے۔' اس کے بعد وہ عورت کہنے لگی 'اے بیٹے! کیڑے نے تیرا کون سا رخسار کھانا شروع کیا ہے؟' داؤد طائیؒ نے یہ سن کر چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ مالک بن دینارؒ کہتے ہیں کہ میں ایک قبرستان کے پاس گزرا اور میں نے یہ شعر پڑھے جن کا ترجمہ ہے 'میں قبروں پر گیا اور قبر والوں کو آواز دی کہ کہاں ہیں عزت دار اور حقیر لوگ اور کہاں ہیں وہ جو اپنی سلطنت پر نازاں تھے اور کہاں ہیں وہ جو فخر و غرور میں مبتلاء تھے۔' مالک بن دینارؒ کہتے ہیں کہ ابھی یہ شعر پڑھ ہی رہا تھا کہ مجھے ایک آواز سنائی دی لیکن جس شخص کی یہ آواز تھی وہ مجھے نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا 'سب لوگ فنا ہو گئے، اب کوئی خبر دینے والا نہیں ہے۔ تمام لوگ مر گئے اور خبر بھی مر گئی۔

زمین کے کیڑے صبح وشام آتے ہیں اور ان صورتوں کے محاسن مٹاتے ہیں۔اے وہ شخص جو گزر جانے والے لوگوں کا حال پوچھتا ہے، جو کچھ تو دیکھ رہا ہے کیا اس میں تیرے لئے عبرت نہیں ہے؟'

(احیاء العلوم جلد چہارم ص ۶۸۸۔۶۸۹)

میں ہسپتال میں ایک راستے سے گزر رہا تھا۔اس راستے کے ساتھ ہی ایمرجنسی وارڈ بنا ہوا ہے۔ایک آدمی میرے پاس آیا اور درخواست کی کہ ڈاکٹر صاحب میری بچی کو دیکھیں، وہ نازک حالت سے گزر رہی ہے۔ میں اس کے ساتھ چل پڑا۔وہ بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔آنکھیں اس کی اپنی دادی کی طرف مڑی ہوئی تھیں جو سرہانے بیٹھی تھیں۔سانس کی تکلیف کی وجہ سے اس کے نتھنے بھی ہل رہے تھے جو سانس کی تکلیف کی شدت کی علامت ہوتی ہے۔اس کی عمر تقریباً چھ یا سات سال کی ہوگی۔خاموش مسکراہٹ اس کے چہرے پر بڑی آسانی سے دیکھی جاسکتی تھی۔باوجود یکہ وہ موت وحیات کی کشمکش میں تھی، میں نے اس کا معائنہ کیا۔سینہ کی بیماری (جو کافی پھیلی ہوئی مجھے لگی) کو سامنے رکھ کر میں نے ضروری دوائیں تجویز کیں۔ساتھ کھڑے ہوئے بچی کے والد صاحب سے میں نے تسلی کے الفاظ کہے۔چونکہ پشتو میں الفاظ ادا ہو رہے تھے اس وجہ سے بچی میری باتوں کو سمجھ رہی تھی۔میری باتوں کے دوران اس نے میری طرف ایک عجیب انداز سے دیکھا پھر نظریں اپنے والد پر مرکوز کر دیں۔بچی کی تکلیف دہ شکل، آنکھوں میں کرب کے اثرات اور والہانہ محبت کی وجہ سے وہ اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکا اور رونا شروع کر دیا۔ساتھ بیٹھی ہوئی بچی کی دادی نے اپنے بیٹے کو روتے دیکھ کر ڈانٹ کر سمجھایا کہ کیوں روتے ہو، یہ ٹھیک ہو جائے گی! میں نے اپنی نظریں بچی کے چہرے پر مرکوز رکھیں۔میرا تجربہ بتا رہا تھا کہ اس میں بچنے کی امید کم ہی نظر آتی ہے۔اکثر بچوں کی اموات میں بچوں کے چہرے پر ایک خاص قسم کی مسکراہٹ آکر گزر جاتی ہے اور وہ مسکراہٹ میں اس بچی کے چہرے پر دیکھ چکا تھا۔تھوڑی دیر بعد میں نے بچی کی خیریت جاننے کے لئے دوبارہ گیا تو ہم سے غافل بے ہوشی کی حالت میں پڑی ہوئی تھی۔انجکشن لگ چکے تھے۔باقی ڈاکٹروں نے بھی معائنہ کیا تھا لیکن دوائی کے اثرات مریض کو فائدہ نہ پہنچا سکے۔میں نے معائنہ دوبارہ کیا لیکن نبض نہ ہونے کے برابر۔ آنکھوں کے اندر ٹارچ کی روشنی ڈال کر دیکھا تو وہ بے نور نظر آئیں۔میں نے ساتھ کھڑے بچی کے والد صاحب کو بچی کی رخصتی کی خبر دی تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دیا۔میں نے دادی کی طرف دیکھا تو وہ دوپٹے میں اپنے چہرے کو چھپا کر رو رہی تھی۔میں نے بچی کے چہرے کی طرف دیکھا تو سر پر پڑے دوپٹے میں پھول سا چہرا انتہائی معصوم لگا۔گناہوں سے پاک وجود کو مٹی اپنے اندر چھپا دے گی۔اس کے والد صاحب کہنے لگے 'اس کے تو ابھی کھیلنے کے دن تھے، کل تو یہ کھیل رہی تھی۔مجھ سے چیزیں لانے کی فرمائش کل ہی تو کی تھی، یہ اچانک بیماری میں

مجھے چھوڑ کر چل دی۔' میں نے بچی کے چہرے پر معمولی سی کھلی آنکھیں بند کر دیں۔ سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے مجھے لگ رہا تھا جیسے میرے دل کو کوئی چیر رہا ہے کیونکہ بالکل اتنی عمر کی میری بھی بچی ہے۔ اس کے کھیلنے کے انداز، باتیں کرنے کے انداز اور اس بچی کے اپنے والدین اور گھر میں کھیلنے اور باتیں کرنے کے انداز موازنے میں خیال کی دنیا میں چلنے لگے۔ میرے لئے وہاں مزید کھڑا ہونا دوبھر ہو گیا۔ بوجھل قدموں کے ساتھ میں واپس ہوا سارا دن طبیعت بوجھل رہی۔ بار بار اس بچی کا معصوم چہرا اور خاموش مسکراہٹ میری آنکھوں کے سامنے گھومتی رہی۔ اس کی لاش جب واپس جائے گی تو اس کی ماں کا کیا حال ہوگا؟ کچھ عرصہ بچے کی عادات واطوار والدین کے سامنے رہتی ہیں۔ گھر خالی خالی ہو جاتا ہے۔ ماں خیالوں میں اپنی بچی کو آوازیں دیتی رہے گی۔ باپ جب بھی گھر میں داخل ہوگا تو بچی کے دوڑ کر 'بابا آ گئے' کی صدا کانوں سے ضرور ٹکراتی محسوس ہوگی۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی معیت میں ابو یوسف امین کے گھر گئے۔ ابو یوسف رسول اللہ ﷺ کے فرزند ابراہیم کی دایہ خولہ بنت المنذر کے شوہر تھے اور ابراہیم اس وقت کے رواج کے مطابق اپنی دایہ کے گھر ہی رہتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صاحبزادے کو اٹھایا، چوما اور ان کے رخساروں پر ناک مبارک رکھی، جیسا کہ بچوں کو پیار کرتے وقت کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد ایک دفعہ ان صاحبزادے ابراہیم کی آخری بیماری میں ہم وہاں گئے۔ اس وقت ابراہیم جان دے رہے تھے۔ نزع کی حالت میں تھے۔ اس کی اس حالت کو دیکھ کر رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے (جو ناواقفیت کی وجہ سے سمجھتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ اس قسم کی چیزوں سے متاثر نہیں ہو سکتے) تعجب سے کہا 'یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کی بھی یہ حالت؟' آپ ﷺ نے فرمایا 'اے ابن عوفؓ! یہ کوئی بری بات یا بری حالت نہیں بلکہ یہ شفقت اور دردمندی ہے'۔ پھر دوبارہ آپ ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا 'آنکھ آنسو بہاتی ہے اور دل مغموم ہے اور زبان سے ہم وہی کہیں گے جو اللہ کو پسند ہے یعنی انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔ اور اے ابراہیم تمہاری جدائی کا ہمیں صدمہ ہے۔ (معارف الحدیث)

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ ایک بار نبی ﷺ نے ایک واقعہ سنایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک بار کسی آدمی نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے پوچھا: 'حضرت آپ کی آنکھیں کس وجہ سے جاتی رہیں اور آپ کی کمر کس وجہ سے جھک گئی ہے؟' حضرت یعقوب علیہ السلام نے جواب دیا آنکھیں تو یوسف کے غم میں روتے روتے جاتی رہیں اور کمر اس کے بھائی بنیامین کے صدمے سے جھک گئی ہے'۔ حضرت جبرائیل علیہ اسلام اسی وقت حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس آئے اور بولے: 'آپ خدا کی شکایت کر رہے ہیں؟' (باقی صفحہ ۱۲ پر)

اصلاحی خط

(ایک ڈاکٹر۔خیبر ٹیچنگ ہسپتال پشاور)

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

حضرت جی! ہاؤس جاب کے شروع میں میرے حالات بہت خراب تھے جو کہ میں نے پچھلے خط میں ذکر کئے تھے۔وجہ یہ تھی کہ میں سلسلے کے ماحول سے بہت دور ہو گیا تھا لیکن پچھلے ایک مہینہ سے حالات اچھے ہوئے ہیں۔پانچ وقت جماعت کی نماز، ذکر بالجہر، تلاوتِ قرآنِ پاک اور کتاب کا مطالعہ اب باقاعدگی سے نصیب ہو رہا ہے۔مجالس اور خانقاہ میں باقاعدگی سے آتا ہوں۔حضرت جی! پچھلے دو تین ہفتوں کے دوران آپ کے بیانات نے ایک احساس شدت سے پیدا کیا ہے۔آپ نے ایک بیان میں فرمایا کہ مرید کو شیخ کے سامنے اقرارِ گناہ کرنا ہوتا ہے اور یہ بہت ہی زیادہ ضروری ہے اور مشکل کام ہے اور اقرارِ گناہ سے نفس پر بہت بڑی چوٹ لگتی ہے۔

حضرت جی! پچھلے کئی ہفتوں سے یہ خیال مسلسل دماغ پر چھایا رہتا ہے اور نماز میں دعا بھی کرتا ہوں کہ آپ کے سامنے اقرارِ گناہ کروں لیکن کچھ باتیں اقرار کرنے سے روک رہی ہیں۔ایک تو یہ کہ میرے گناہ بڑے سنگین ہیں اور دوسرا یہ کہ چار سال میرے سلسلے میں ہو گئے ہیں، ابھی تک اقرارِ گناہ کیوں نہیں کیا۔ایک بات یہ بھی ہے کہ میں اپنے گناہوں کی پوری تفصیل بتانا چاہتا ہوں اور کوئی چیز چھپانا نہیں چاہتا اور یہ بات اقرارِ گناہ سے روک رہی ہے۔

والسّلام

جواب از حضرت ڈاکٹر صاحب دامت برکاتہٗ: یہی چوٹ تو اصلاح ہے۔شیطان کا سب سے بڑا ہتھیار یہ ہے کہ آدمی کو شیخ و مربّی کے سامنے اقرارِ گناہ سے روکتا ہے۔جو اس ترتیب پر چل رہا ہے وہ عملی طور پر شیطان کی بیعت میں ہے اور نفس کے ساتھ دوستی لگا کر چل رہا ہے۔

ملفوظاتِ شیخ ﴿ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہٗ﴾ (قسط۔۵۵)

(ظہور الٰہی فاروقی صاحب)

اللہ تعالیٰ کا ایک قانون ہے، وہ مہلت دیتا ہے انسان کو اور اس کے بعد پکڑ آتی ہے:

فرمایا کہ وسائل مسائل کی بنیاد نہیں ہیں۔ اور وسائل مسائل کا حل بھی نہیں ہیں کیونکہ انسان استعمال ہورہا ہے ارادے کے تحت اور ارادہ قلب سے اُٹھتا ہے۔ اور قلب میں کیا ہے؟ قلب میں دُنیا ہے، قلب میں فساد ہے، قلب میں گندگی ہے، قلب میں... یہ چیزیں ہیں جن کی وجہ سے یہ انسانوں کی زندگی کو بگاڑتا ہے، انسانوں کو تکلیف دیتا ہے اور اس کا خیال ہوتا ہے میں تو کامیابی کی طرف جارہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا ایک قانون ہے، وہ مہلت دیتا ہے انسان کو اور اس کے بعد پکڑ آتی ہے۔

فَلَمَّا نَسُوۡا مَا ذُكِّرُوۡا بِهٖ فَتَحۡنَا عَلَيۡهِمۡ اَبۡوَابَ كُلِّ شَىۡءٍ ؕ حَتّٰۤى اِذَا فَرِحُوۡا بِمَاۤ اُوۡتُوۡۤا اَخَذۡنٰهُمۡ بَغۡتَةً فَاِذَا هُمۡ مُّبۡلِسُوۡنَ ۝ (انعام: ۴۴)

ترجمہ: پھر جب وہ لوگ اُن چیزوں کو بھولے رہے جن کی اُن کو (پیغمبروں کی طرف سے) نصیحت کی جاتی تھی (یعنی ایمان واطاعت) تو ہم نے اُن پر (عیش وعشرت کی) چیزوں کے دروازے کھول دیئے یہاں تک کہ جب وہ خوش ہوئے اُن چیزوں پر جو اُن کو دی گئیں تو پکڑ لیا ہم نے اُن کو دفعۃً (اچانک) پس اُس وقت وہ رہ گئے نا اُمید۔ (معارف القرآن)

اُنہوں نے ہم کو بھلایا اور ہماری تعلیمات کو بھلایا تو ہم نے اُن پر چیزوں کے دروازے کھول دئے۔ یہاں تک کہ وہ پھولے نہ سمائے اُن باتوں پر جو اُن کو حاصل ہوئی تھیں۔ کہ مزے تو ہم کررہے ہیں، ساری چیزیں مل گئی ہیں، یہاں تک کہ پکڑا ہم نے ان کو اور اس پکڑ سے ان کی ہوئی سِٹی گُم یعنی ان کی مَت ماری گئی (ہوش و حواس کام کرنا چھوڑ گئے)، اتنا پریشان ہوئے۔

ہم کام اللہ کی رضا کیلئے نہیں کررہے ہوتے، ہم کام آخرت کیلئے نہیں کررہے ہوتے، بلکہ ہم کام نفس کیلئے کررہے ہوتے ہیں اور اپنی اَنا اور اپنی بات کو اُوپر کرنے کیلئے کررہے ہوتے ہیں:

فرمایا کہ غزنوی خاندان... داؤد غزنوی، ابوبکر غزنوی حضرات تو باقاعدہ مولانا احمد علی لاہوریؒ کے

پاس حصولِ فیض و برکات کیلئے آتے تھے۔ لاہور میں عیدگاہ کی نماز فقط اہل حدیث پڑھتے تھے۔ اہلِ سنت والجماعت کا عیدگاہ میں نماز پڑنے کا بندوبست نہیں تھا اور عید کی نماز عیدگاہ میں پڑھنا سنتِ مؤکدہ ہے۔ آج کل کے حالات تو بہت مجبوری اور تکلیف کے ہوگئے ہیں اس لئے مسجد میں پڑھنے کی اجازت دی ہوئی ہے۔ مولانا احمد علی لاہوریؒ ان کے پاس عید کی نماز پڑھنے کیلئے جایا کرتے تھے۔ ایک دن داؤد غزنوی صاحب سخت سردی میں وضو کررہے تھے اور جرابیں اُتار کر انہوں نے پیر دھوئے۔ دوسرے اہلِ حدیث نے کہا آپ نے تو جرابوں پر مسح نہیں کیا جبکہ جرابوں پر تو مسح جائز ہے۔ انہوں نے کہا مسح تو میں کرلیتا لیکن میرے پیچھے احمد علی لاہوری صاحب عید کی نماز پڑھنے کیلئے آیا کرتے ہیں۔ ان کے لحاظ کی وجہ سے پیر دھوتا ہوں تاکہ میرا وضو حنفی ترتیب پر ناقص نہ ہو۔ ایک دفعہ انہوں نے پیغام بھیجا مولانا احمد علی لاہوریؒ کو کہ میں آپ کی ملاقات کیلئے حاضر ہونا چاہتا ہوں۔ اُن کی ملاقات میں مغرب کی نماز آرہی تھی۔ احمد علی لاہوری صاحبؒ نے اپنے دو آدمیوں سے کہا کہ یہ آمین بالجہر کرتے ہیں، تم ان کے دائیں بائیں کھڑے ہونا اور زور سے آمین کہہ دینا تاکہ ان کو اجنبیت محسوس نہ ہو۔ تو وہ آدمی بڑے سیدھے سادے تھے کہ جب امام نے کہا ولا الضالین تو انہوں نے اتنے زور سے آمین کہا کہ ساری مسجد سر پہ اُٹھالی۔ مرید تو ماشاء اللہ جان دینے والے ہوتے ہیں کہ حضرت نے فرمایا ہے کہ زور سے کہنا ہے تو انہوں نے اپنا پورا زور لگایا۔ جب نماز پڑھی گئی تو غزنوی صاحب کو بڑا افسوس ہوا کہ کیسے اہلِ حدیث کھڑے تھے، اتنے زور سے کوئی آمین کہتا ہے کہ ساری مسجد کو پریشان کردیا ہے۔ آکر ملے انہوں نے کہا حضرت صاحب آمین بالجہر ہم بھی کرتے ہیں مگر اتنا زور سے نہیں کرتے ہیں جتنا زور سے یہ کرتے ہیں۔ ان کو پتا نہیں تھا کہ وہ تو ان کی دِلداری کیلئے کھڑے کیے گئے تھے۔ تو یہ ایک لحاظ تھا تاکہ ایک مسلمان بھائی آنے والا ہے وہ پریشان نہ ہو۔ اور ہمارا کیا حال ہوتا ہے؟ میں آپ کو سچ بتاؤں کہ ہم کام اللہ کی رضا کیلئے نہیں کررہے ہوتے، ہم کام آخرت کیلئے نہیں کررہے ہوتے، ہم کام نفس کیلئے کررہے ہوتے ہیں اور اپنی اَنا اور اپنی بات کو اُوپر کرنے کیلئے کررہے ہوتے ہیں۔

تو بھائی میرے ہم سب اپنے نفس کیلئے کرتے ہیں، رِیا کیلئے کرتے ہیں، اپنی گروہ بندی کیلئے کرتے ہیں کہ میرا گروہ زیادہ ہوجائے، اَنا کیلئے کرتے ہیں اس لئے ہم فساد کرتے ہیں۔

لطیفہ:

فرمایا کہ ہم تبلیغی جماعت میں کام کرتے تھے تو شروع شروع میں جب میں خیبر میڈیکل کالج میں آیا تو اُس زمانے میں تھری پیس سوٹ اور ٹائی کا بہت رواج تھا۔ جو آدمی سوٹ نہیں پہنتا تھا وہ Depression

میں چلا جاتا تھا۔ مجھے ڈِپریشن ہونے لگا تو بجائے سائیکاٹرسٹ کے پاس جانے کے میں نے پوچھا کہ اس کا حل کیا ہے؟ تو جواب ملا کہ اس ماحول میں رہتے ہوئے ٹائی اور سوٹ پہننا پڑے گا۔ خیر اُس زمانے میں جاپانی تھری پیس سوٹ کا کپڑا سو(۱۰۰) روپے کا آتا تھا ساڑھے تین گز۔ سو(۱۰۰) روپے اُس وقت کا نامی گرامی ٹیلر نظام شہر والا اس کی سلائی لیتا تھا اور صدر والا ایک سو بیس (۱۲۰) روپے لیتا تھا کیونکہ صدر کا معیار ذرا اُونچا تھا۔ دوسو روپے کا سوٹ بنایا جی۔ اس زمانے میں سونا تقریباً تین سو روپے تولہ ہوتا ہوگا۔ کالج میں پہن کے جارہا ہوں تو سامنے سے ایک تبلیغی بزرگ آرہے ہیں۔ اُس نے جو دیکھا تو بہت خفا ہوئے اور کہا کہ یہ تُو نے کیا کیا ہے۔ بہت ڈانٹ ڈپٹ کی۔ اتنا بُرا بھلا کہا کہ میرا دل اُن سے بیزار ہوگیا۔ ذرا آگے گیا تو ایک دوسرا تبلیغی دوست ملا۔ وہ پہلا دوست میڈیکل کا تھا اور یہ انجینیئر نگ کا تھا۔ اس نے جو دیکھا تھا تو کہا کہ ماشاءاللہ! ماشاءاللہ! کیا سٹائلیں ہیں جی۔ اس نے بڑی تعریفیں کیں، ہمارا اس سے بڑا دل لگ گیا۔ میں نے کہا دیکھیں یہ بھی تبلیغی ہیں اور وہ بھی تبلیغی ہیں۔ خیر اس چیز کو ہم نے عملی طور پر محسوس کیا۔ بعد میں جب ہم نے باقاعدہ تبلیغ کا کام شروع کیا تو جو طالب علم تھری پیس سوٹ پہن کر آتا تھا میں اسے کہتا تھا کہ واہ جی کیا زبردست کریز (Crease) ہے، کیا زبردست فال (Fall) ہے اور یہ سلائی (Stitching) کہاں سے کروائی ہے؟ تو وہ شروع ہوجاتا تھا کہ فلاں سے کروائی ہے اور فلاں سے کروائی ہے۔ میں اس سے کہتا کہ آپ اتنے اچھے لگ رہے ہیں کہ میں اگر لڑکی ہوتی تو آپ سے ہی شادی کی سوچتا۔ ان ترتیبوں سے ہم آدمی کا دل لے لیتے تھے۔ ہمارے بڑے حضرت شاہ عبدالعزیز دعاجو دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کا ملفوظ حضرت مولانا اشرف صاحب رحمتہ اللہ علیہ سنایا کرتے تھے ''پہلے دل لو پھر دن لو'' یعنی جس کا دل آپ کے ساتھ لگ گیا اس سے چالیس دن، چار مہینے لینا بہت آسان ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہمارا مسئلہ ایک دن میں حل ہو جائے:

فرمایا کہ ہمارے پرانے ڈاکٹروں کی تربیت (Training) یورپ میں ہوتی تھی۔ اس لئے وہ ان کے معاشرے کی اقدار کے مطابق تربیت یافتہ ہوتے تھے۔ ایک سائیکاٹرسٹ تربیت مکمل کرکے آئے تو وہ اپنے مریضوں سے کہا کرتے تھے کہ ٹیلی ویژن دیکھا کرو، لڑکیوں سے دوستی کرو، اُن سے گپ شپ لگاؤ اور اپنی زندگی میں charm اور attraction (کشش) پیدا کرو۔ ہمارے سلسلے کے لوگ جو اُس سے علاج کروا رہے تھے، انہوں نے ڈاکٹر صاحب کی ان ہدایات کو رپورٹ کیا تو ہمیں اندازہ ہوا کہ یہ آدمی تو دِین کو اچھا خاصا نقصان پہنچا رہا ہے۔ ہم نے اُس ڈاکٹر صاحب کو پیغام بھیجا کہ آپ کو یہ نہیں کرنا چاہیے کیونکہ یہ باتیں ہماری ثقافت (culture) اور روایات کے خلاف ہیں اور یہ ہمارے لوگوں میں Stress اور Tension کو کم کرنے کے بجائے

اور زیادہ کریں گی۔ آدمی سمجھدار تھا وہ ہماری بات کو سمجھ گیا اور چونکہ اپنے مضمون کا بھی ماہر تھا تو اُس نے غور وفکر کیا اور پھر دِیندار لوگوں سے اکثر کہتا کہ آپ مولانا اشرف صاحبؒ (اُس وقت وہ حیات تھے) کی مجلس میں جایا کریں۔ اس کے علاوہ ایسے مریض جو اُس کے پاس جاتے تو اُن سے پوچھتا کہ آپ ہفتہ بھر کہاں رہے؟ کس کا بیان سنا؟ جماعت میں گئے تھے تو وہاں کیا حالات رہے وغیرہ۔ حضرت مولانا صاحبؒ کی وفات کے بعد وہ مریضوں سے کہتا کہ ڈاکٹر فدا کی مجلس میں جایا کرو۔ ایک صاحب نے اُن کے کہنے پر آنا جانا شروع کیا۔ چھ مہینے بعد اُس نے جا کر ڈاکٹر صاحب سے کہا کہ آدھا میں آپ کی دوائی سے ٹھیک ہوا ہوں اور آدھا ڈاکٹر فدا صاحب کی مجلس سے ٹھیک ہوا ہوں۔ مجھے اُس نے بتایا تو میں نے پوچھا کہ مجھے بھی تو بتاؤ کہ ہماری مجلس سے آپ کو کیا فائدہ ہوا؟ اُس نے بتایا کہ میں چند غلط فہمیوں میں مبتلا تھا اور مجلس میں جب اسلامی تعلیمات میرے سامنے آئیں تو وہ غلط فہمیاں دُور ہو گئیں اور جب میں دُرست سوچ اور approach کے ساتھ معاشرے میں چلا تو میری تکلیف ختم ہو گئی۔

ایک دفعہ اُس نے میری جمعہ کی تقریر سنی تو اُس کی تکلیف زیادہ ہو گئی۔ وہ اپنے سائیکاٹرسٹ کے پاس گیا اور اُس نے علاج تجویز کر دیا۔ سائیکاٹرسٹ کو تو اُس نے نہیں بتایا مگر مجھے بتایا کہ مجھے تکلیف آپ کے جمعہ کی تقریر سے ہوئی تھی۔ میں نے غور کیا تو مجھے اُس کی وجہ سمجھ آ گئی۔ میں نے اُس سے کہا برخوردار! اس طرح تھا کہ جمعہ کی تقریر میں مجھ سے ایک غلطی ہو گئی تھی۔ مجھ سے اُسلوبِ قرآنی کے مطابق بیان نہ کرنے کی کوتاہی ہو گئی تھی۔ قرآنِ پاک میں جہاں جہنم کا تذکرہ کیا گیا ہے تو اُس کے ساتھ فوراً جنت کا تذکرہ کیا گیا ہے تاکہ بیان کو تکلیف دہ حالت (stressful condition) میں نہ چھوڑا جائے کیونکہ اُس سے طبیعت پر بوجھ آتا ہے اور کمزور اعصاب والے آدمی کو ذہنی تکلیف ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔ اُس جمعے کا بیان میں نے جہنم کے تذکرے پر ختم کر دیا تھا اور جنت کا تذکرہ نہیں کیا تھا تو اُس وجہ سے آپ کو تکلیف ہو گئی۔ اُس نے کہا ہاں شاید یہی وجہ تھی۔ اللہ کی شان کہ اس آدمی کو اللہ نے بی ایس سی پھر ایم ایس سی اور پھر پی ایچ ڈی کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہمارا مسئلہ ایک دن میں حل ہو جائے۔ میں اُن سے اکثر کہتا ہوں کہ آپ نے چالیس پچاس سال میں ایک چیز حاصل کی ہوئی ہے (You have earned a thing in forty to fifty years.) تو اس کو میں کیسے پچاس منٹوں میں آپ سے دُور کر سکتا ہوں۔ آپ اگر ہمارے پاس پچاس سال نہیں گزار سکتے تو کم از کم پچاس دن تو آئیں پھر آپ کو فائدہ ہوگا۔ انشاءاللہ

تکالیف اورمصیبتوں سے بچنے کیلئے اسباب اختیار کرنے کا بے اندازہ اجر و ثواب ہے، اس کو حاصل کرنا چاہئے:

فرمایا کہ ایک آدمی نے بڑی منت سماجت کی اپنے وقت کے پیغمبر کی کہ آپ دُعا فرمائیں کہ مجھے اللہ تبارک وتعالیٰ جانوروں کی بولیوں کی سمجھ دے دیں انہوں نے فرمایا چھوڑیں اس کو اس کی ضرورت نہیں ہے۔لیکن وہ نہیں مانا اور ضد کرنے لگا کہ اگر سمجھ آجائے تو اچھا ہو۔انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے غیب کے راز ہیں لیکن یہ آدمی پیچھے پڑ گیا اور اس کے پیچھے پڑنے کیوجہ سے انہوں نے دُعا مانگی اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس پر یہ راز کھول دیا۔ یہ اپنے گھر میں آیا تو اس کے گھر میں جانور تھے، اس کا کتا اس کے مرغے سے بات کر رہا تھا کہ کوئی کھانے پینے کا مزہ نہیں ہے کچھ بھی نہیں مل رہا ہے۔اس نے کہا کہ غم نہ کرو مالک کا بیل مرے گا اور بس پھر سب کھائیں گے آپ بھی کھائیں گے ہم بھی کھائیں گے۔ جانوروں میں سے مرغ کو کشف بہت ہوتا ہے۔اس آدمی نے جب ان کی بات سُنیں تو سمجھ گیا کہ اس کا بیل تو مر رہا ہے، اس نے جا کر بیچ دیا۔ پھر کتے اور مرغ کا آپس میں مذاکرہ ہوا۔کتا مرغے کو کہتا ہے تُو بڑا جھوٹا ہے تُو تو کہہ رہا تھا کہ بیل مرے گا، کہاں مرا بیل؟ اسی طرح بھوکے ہیں، خوار حالت ہے۔اس نے کہا فکر نہ کرو اب کی بار اس کا گھوڑا مرے گا۔ پھر بس تُو بھی کھائے گا، ہم بھی کھائیں گے اور بڑے مزے ہوں گے۔اس مالک نے بات سُنی تو اس نے کہا کہ اب تو گھوڑا مر رہا ہے شکر ہے پتہ چل گیا۔اس نے جا کر اُسے بھی بیچ دیا۔ بڑا خوش ہوا کہ جانوروں کی باتیں سمجھنے سے کتنے مزے ہو گئے ہیں دو نقصانوں سے تو بچ گیا۔ کتے نے پھر مرغے سے کہا کہ بس تُو بڑا جھوٹا ہے، تُو نے تو کہا تھا کہ گھوڑا مرے گا، وہ تو نہیں مرا، کیا ہوا؟ اس نے کہا غم نہ کھاؤ اب کی بار یہ مالک ہمارا مرے گا۔ بڑی خیراتیں ہوں گی، پھر تُو بھی کھائے گا میں بھی کھاؤں گا اور سب کھائیں گے۔اب جو مالک کو پتہ چلا تو بُری حالت ہوگئی کہ اب کیا ہوگا؟ اسی لئے تو اللہ نے اس کو راز میں رکھا ہے کہ آدمی گھنٹے بعد مر رہا ہوتا ہے لیکن وہ منصوبے بنا رہا ہوتا ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نظام کو پردۂ غیب میں رکھا ہے، جس آدمی کے لئے جو حال مقرر کیا ہے وہی اس کے لئے بہتر ہے۔اس لئے بزرگ فرماتے ہیں کہ آپ پر تکلیف کا حال ہے اس کے دُور ہونے کی دعا تو کرتے رہا کریں، دُور ہونے کے اسباب بھی اختیار کرتے رہا کریں اور وہ اس لئے نہیں کہ یہ دُور ہو بلکہ دُعا کرنے میں بے حد اجر وثواب ہے۔ تکالیف اور مصیبتوں سے بچنے کیلئے اسباب اختیار کرنے کا بے اندازہ اجر وثواب ہے، اس کو حاصل کرنا چاہئے۔ اس کے بعد بھی نہیں ہو رہا تو بس اللہ تبارک وتعالیٰ کی چاہت ہی ایسی ہے، اللہ کا فیصلہ ہی ایسا ہے، بس اسی میں انشاءاللہ بہتری ہے۔

(جاری ہے)

اپریل فول ڈے: ایک قبیح رسم

(مولوی محمد طفیل صاحب، مدرّس معہد الایمان، کوہاٹ)

اپریل کی آمد اور ہماری کارستانیاں

اپریل کا مہینہ جب بھی قریب آتا ہے، نجانے کتنے لوگ غم واندوہ کا شکار ہوتے ہیں، کتنے ہارٹ اٹیک ہوتے ہیں، کتنے لوگ چیخ وپکار کرتے ہیں، کتنے نوجوان دھوکے کا نشانہ بن کر جلد بازی میں گاڑیاں ٹکرا دیتے ہیں اور کتنے افراد پر سکتے طاری ہوتے ہیں۔ افسوس! مغرب کی بلا سوچے سمجھے تقلید نے ہماری سنجیدگی، متانت اور وقار ہم سے چھین لیا ہے۔ ہم اتنا بھی نہیں سوچتے کہ ان افعال شنیعہ کی وجہ سے ہم انسانیت کا آخری درجہ عبور کر کے حیوانیت کی سرحد چھو رہے ہیں۔

ایک زہریلا جانور جس طرح اس احساس سے عاری ہوتا ہے کہ اُس کا ڈسنا دوسرے کی زندگی کا خاتمہ تو کرسکتا ہے، خود اُسے رائی برابر فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ ہم بھی اُس زہریلے ناگ کی طرح تمیز کھو بیٹھے ہیں اور یکم اپریل کا سورج طلوع ہوتے ہی لوگوں کی زندگیوں سے خطرناک اور بے ثمر کھیل کھیلنا شروع کر دیتے ہیں۔ کوئی یہ سوچنے کی زحمت گوارا نہیں کرتا کہ میری ہذیان گوئی سامنے والے کے لیے کتنی اذیت کا باعث بن رہی ہے یا یہ اُس کی زندگی بھی لے سکتی ہے بلکہ صرف اپنے شیطانی جذبات کی حرارت کو تسکین دینے کے لیے اخلاق وشرافت کی تمام حدود روند دیئے جاتے ہیں اور جو سب سے بڑا دھوکہ باز ثابت ہو اور سب سے بڑا جھوٹ گھڑ کر اعمال نامہ سیاہ کرے، اُسے فن کا ماہر اور باکمال سمجھا جاتا ہے اور اُس کی بداعمالی پر سرعام تعریف کے ڈونگرے برسائے جاتے ہیں۔

بندہ کے سامنے اپریل فول ڈے پر رونما ہونے والے غیر معمولی نقصان دہ واقعات کی اچھی خاصی فہرست ہے، لیکن اُن واقعات کو رقم کرنا شاید کارگر نہ ہو کیونکہ ہر سال اخبارات میں نقصانات کی خبریں اور رپورٹیں ایک بڑی تعداد میں شائع ہوتی ہیں۔ نقصانات سامنے آنے کے باوجود بھی ہمارا دماغ ٹھکانے نہیں لگتا۔ غلامی کا ناسور ہمیں اس درجہ لاحق ہو چکا ہے کہ یہ قبیح رسم بجائے ختم ہونے کے آئے سال ترقی کرتی جا رہی ہے اور اب تو اچھے خاصے سنجیدہ کہلانے والے حضرات بھی اسے کھیل تماشا اور مذاق کا حصہ قرار دے کر اس میں ملوث نظر آتے ہیں اور انتہائی جرأت کے ساتھ اس کے جواز پر دلائل بھی جھاڑتے ہیں۔ فیا للعجب

اپریل فول کیا ہے؟اس کا آغاز کہاں سے ہوا؟ یہ کس عقیدت کی بنیاد پر وجود میں آیا؟ آ یئے!ان تمام سوالوں کو لے کر کوچہ' تاریخ کا سفر کرتے ہیں شاید کوئی حقائق کی زبان اور دل کا درد سمجھ لے اور اس پھیلتی وبا کے راستے میں بند باندھنے کا عزم مصمم کر لے۔

اپریل فول کیا ھے؟

'اپریل فول' جھوٹ، دھوکہ دہی اور اذیت رسانی کا دوسرا نام ہے۔انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا 'اپریل فول' کا تعارف اس انداز میں کرتا ہے:

April Fool Day, also called 'All Fools Day', first Day of April named from the custom of playing Practical jokes or Sending friends on fool errands and date. (Britannica,I:496)

یعنی 'اپریل فول' اپریل کا پہلا دن 'آل فولز ڈے' کے نام سے بھی مشہور ہے، یہ نام اس لیے رکھ دیا گیا کہ اس دن لوگ ہر قسم کا مذاق کر لیتے ہیں مثلاً کسی دوست کو اس دن کسی ایسے کام سے بھیج دینا جس کا وجود ہی نہیں۔

ہمارے ہاں کسی کو سنسنی خیز جھوٹی خبر دینا اپریل فول کا خاص حصہ سمجھا جاتا ہے مثلاً کسی کو باپ کے ایکسیڈنٹ کی خبر دینا، جھوٹی اطلاع پر دور دراز علاقے سے لوگوں کو بلا لینا، وغیرہ

الغرض دوسرے انسان کو بے وقوف بنا کر جھوٹ اور دھوکے سے اذیت پہنچانا 'اپریل فول' کا مقصد ہے، یہ گناہِ بےلذت کب سے شروع ہوا؟ اس بے فائدہ اور ضرر رساں کام کو وجود کب ملا؟ آیئے! تاریخ کے آئینے میں دیکھتے ہیں۔ چونکہ یہ رسم صدیوں سے چلی آ رہی ہے اس لئے اس کے آغاز کے بارے میں مؤرخین مختلف آراء رکھتے ہیں۔ان سب کا مختصر جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

اپریل فول کا آغاز کب ھوا؟

پہلا قول: اپریل فول کے آغاز کے بارے میں انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا لکھتا ہے:

From Roman repulican calender month Aprilis. The Romans Considered the Month Sacred to The Goddess Venus and its name may derive from that and her great equivalent Aphro dita. (Britanaica 8:292)

یعنی فرانس میں سترھویں صدی سے قبل سال کا آغاز جنوری کے بجائے اپریل سے ہوا کرتا تھا۔اس مہینے کو رومی لوگ اپنی دیوی 'وینس' (Venus) کی طرف منسوب کر کے مقدس سمجھا کرتے تھے۔ وینس کا ترجمہ یونانی زبان میں 'Aphro dita' کیا جاتا ہے اور شاید اسی یونانی مفہوم سے مشتق کر کے مہینے کا نام اپریل رکھ دیا گیا۔

مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہم لکھتے ہیں:

بعض مصنفین کا کہنا یہ ہے کہ چونکہ یکم اپریل سال کی پہلی تاریخ ہوتی تھی اوراس کے ساتھ ایک بت پرستانہ تقدس وابستہ تھا اس لیے اس دن لوگ جشن مسرت منایا کرتے تھے اوراسی جشن مسرت کا ایک حصہ ہنسی مذاق بھی تھا جو رفتہ رفتہ ترقی کر کے اپریل فول کی شکل اختیار کر گیا، بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس جشن مسرت کے دن لوگ ایک دوسرے کو تحفے دیا کرتے تھے، ایک مرتبہ کسی نے تحفے کے نام پر کوئی مذاق کیا جو بالآخر دوسرے لوگوں میں رواج پکڑ گیا۔(ذکروفکر، ص:۸۷)

دوسرا قول:

بعض مؤرخین کا کہنا ہے کہ جولین کیلنڈر کا پہلا مہینہ اپریل تھا اور تہذیب روم کے جملہ پیروکار اسی تقویم کے پابند تھے۔ لیکن جب سولہویں صدی عیسوی میں گریگوری اٹلی کے شہر ُویٹی کن سٹی' میں پوپ بنا تو اُس نے جولین کیلنڈر کو رد کردیا اور ۱۵۸۲ء میں نئے کلینڈر کو رواج دے دیا جس میں پہلا مہینہ جنوری کو قرار دیا۔ اس وقت دُنیائے عیسائیت میں فرانس کا نامِ نامی عروج پر تھا۔ فرانس نے پوپ کی حمایت حاصل کرنے اور رومی تہذیب کے غلبے کو مٹانے کے لیے یہ موقع بہتر سمجھا اور گریگوری کلینڈر کے نفاذ کا اعلان کردیا، حکومتی طبقے نے اس اعلان کو بسر وچشم قبول کیا اور نئے کیلنڈر کی اشاعت میں دن رات ایک کردیئے جب کہ دوسری طرف عوامی اکثریت اس کے خلاف بپھر گئی اور اس تقویم کا نام مٹانے کے لئے حکومت مخالف تحریک شروع کردی۔ حکومت یکم جنوری کو نیوائیر ڈے منانے کا اہتمام کرتی، لیکن یہ سب کچھ صرف حکومتی حلقوں تک محدود رہتا اور عوامی اکثریت حسب سابق 25 مارچ سے نئے سال کا تہوار منانے کے لیے تیاریاں شروع کر دیتی۔ حکومت نے بارہا ان پر پابندی لگائی، تشدد آمیز طریقے اختیار کیے، سرکردہ افراد کو جیلوں میں ڈالا گیا، کئی بار خون خرابہ ہوا، لیکن حکومت عوامی احتجاج کو پوری طرح کنٹرول کرنے میں ناکام رہی۔

بالآخر فرانس کے بادشاہ ہنری سوم نے اپنے وزراء اور پادریوں سے اس بارے میں مشاورت کی۔ ایک پادری نے بادشاہ کو مشورہ دیا کہ کسی بھی شخصیت یا تحریک کا اعتماد توڑنے کے لیے یہ کارگر نسخہ ہے کہ اُن کی خوبیوں کا مذاق اُڑانا شروع کردیا جائے۔ اس طرح وہ احساس کمتری کا شکار ہوکر خود بخود ٹوٹ جائیں گے۔ بادشاہ نے پادری کی ذہانت کو نگاہِ رشک سے دیکھا اور اس فارمولے کو عملی جامہ پہنانے کیلئے وزراء کے نام احکامات جاری کردیئے۔

سرکاری لوگوں نے فرانس کے گلی کوچوں سے شرارتی بچوں، غنڈوں اور آوارہ گردوں کے ٹولوں کو جمع

کر کے اور معاوضہ دے کر اس بات پر تیار کیا کہ یکم اپریل کو نیو ائیر ڈے منانے والوں کا مذاق اُڑائیں۔ ان لوگوں نے پورے ملک میں حکومت مخالف لوگوں کا طرح طرح سے مذاق اُڑانا شروع کر دیا، تقریبات منانے والوں پر مزاحیہ جملے کسے جاتے، مردہ مچھلیاں اکٹھی کر کے اُن پر پھینکی جاتیں، اُن کے دروازوں پر مچھلیوں کے پوسٹر آویزاں کر دیئے جاتے، یکم اپریل کو 'اپریل فش' کے نام سے مشہور کر کے تقریبات منانے والوں کا خوب مذاق اُڑایا گیا۔ چونکہ ان لوگوں کو حکومتی پشت پناہی حاصل تھی اس لیے یہ اپنے مشن میں کامیاب رہے، یکم اپریل کو 'نیو ائیر ڈے' منانے والے مذاق اور بے وقوف بنانے کے ڈر سے رفتہ رفتہ اپنی تقویم پر اصرار ترک کرنے لگے۔ حتیٰ کہ ایک عرصہ بعد یہ بالکل ہی ختم ہو گیا، لیکن یکم اپریل کو بے وقوف بنانے اور ہنسی مذاق کرنے کا رواج برقرار رہا اور اسی نے جا کے 'اپریل فول' کی شکل اختیار کی۔

انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا اس حقیقت کی طرف ان الفاظ میں اشارہ کرتا ہے:

On April Fools Day All People are given an excuse to play the fool in France. The fooled person is called poissand avril (April fish) (Britannica I:496)

یعنی اپریل فول ڈے پر سب لوگوں کو یہ بہانہ ملتا کہ دوسروں کو بے وقوف بنائیں اور فرانس میں بے وقوف بنائے جانے والے افراد کو 'اپریل مچھلی' کہا جاتا تھا۔

جب ۱۷۵۲ء میں برطانیہ نے گریگوری کلینڈر کو تسلیم کیا، تو اسے بھی اُنہی حالات کا سامنا کرنا پڑا جو حکومت فرانس کو درپیش تھے۔ لہٰذا ان لوگوں نے بھی فرانس والوں کی تقلید کی اور اپنے مقصد میں کامیاب رہے۔ برطانیہ اس دور میں امریکہ کے ستر فیصد حصے پر قابض تھا۔ لہٰذا برطانیہ ہی کے توسط سے 'اپریل فول' کی رسم امریکہ پہنچی۔

اس کی تائید برٹانیکا کی اس عبارت سے بھی ہوتی ہے:

The custom of playing April Fools jokes was taken to America by the British. (Britannica I:496)

یعنی 'اپریل فول ڈے' کو امریکہ میں رواج دینے والے برطانوی انگریز ہیں۔

الغرض اس روایت کے پیش نظر 'اپریل فول' وہ بے ہودہ تہوار ہے جو بعض لوگوں کو اذیت پہنچانے کے لیے ایک پادری کے مشورے پر شروع کیا گیا لہٰذا کسی مسلمان کہلانے والے کو یہ زیب نہیں دیتا کہ اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ عیسائیوں کی تقلید میں جھوٹ، دھوکہ دہی اور ایذا رسائی کا راستہ اختیار کرے۔

تیسرا قول:

برٹانیکا میں اس مذموم رسم کی ایک اور وجہ بھی بیان کی گئی ہے۔

It resembles other festivals. Such as The Hilaria of ancient Rome (March 25) and Holy festival of India (Ending March 31) Its timing seems related to the vernal equinox (March 21) when nature fools mankind by sudden changes in the weather. (Britannica I:496)

اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اپریل فول قدیم رومی تہوار 'ہیلاریا' کے مشابہ ہے جو ۲۵ مارچ کے بعد منایا جاتا تھا اور بھارت کے تہوار 'ہولی' کے ساتھ بھی مشابہت رکھتا ہے جو مارچ کے آخر میں منایا جاتا ہے۔ مارچ کے آخر میں منانا اس بات کے ساتھ مربوط ہے کہ ۲۱ مارچ کے بعد موسم میں تبدیلی آنا شروع ہو جاتی ہے اور یہ قدرت بندوں کو بیوقوف بنا رہی ہوتی ہے (معاذ اللہ)، کیونکہ وہ اچانک موسم تبدیل کرتی ہے۔

گویا ان بدبختوں کے گندے عقیدے کے مطابق چونکہ اللہ تعالیٰ اس موسم میں لوگوں کو بے وقوف بناتے ہیں اس لیے لوگوں نے بھی آپس میں ایک دوسرے کو بے وقوف بنانا شروع کیا۔ اس روایت کو اگر درست مان لیا جائے تو اپریل فول منانے والے حضرات ذرا تصور کریں کہ اس گندی رسم کا آغاز کتنے خطرناک عقیدے کی بنیاد پر ہوا۔ معاذ اللہ یہ لوگ اپنی فریب کاری، جھوٹ اور دھوکہ دہی کی نسبت صاحب قدرت سے جوڑ رہے ہیں اور آج کا سادہ لوح مسلمان کس قدر نااہلی کا ثبوت دیتے ہوئے اُن کی تقلید میں آنکھیں بند کر کے رواں دواں ہے۔

بریٹانیکا کی عبارت میں اپریل فول کو رومی تہوار کے مشابہ کہا گیا ہے لیکن درحقیقت یہی رسم اپریل فول ہے جسے رومی زبان میں 'ہیلاریا' فرانسیسی میں (Poissond avril) یعنی اپریل فش اور اسکاٹ لینڈ والوں کی زبان میں (Cuckoo) یعنی (گاک یعنی بلبل) کہا جاتا ہے۔

مختلف تعبیرات اختیار کر کے یکم اپریل کو منائے جانے والی اس رسم کی کیفیات اور اس کے طریقے تمام ممالک والوں کے ہاں یکساں ہیں کہ اس دن شراب و شباب کی محفلیں سجانے کے ساتھ ساتھ دوسروں کو دھوکہ دینے اور بے وقوف بنانے کی کھلی چھوٹ ہوتی ہے۔

چوتھا قول:

'اپریل فول ڈے' کے بارے میں چوتھی روایت سب سے زیادہ خطرناک ہے۔ جسے مفتی تقی عثمانی

صاحب مدظلہم نے اپنی کتاب ذکر وفکر میں انسائیکلو پیڈیا لاروس کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ حضرت لکھتے ہیں:

اپریل فول کی ایک اور وجہ انیسویں صدی کے معروف انسائیکلو پیڈیا 'لاروس' نے بیان کی ہے اور اس کو صحیح قرار دیا ہے وہ وجہ یہ ہے کہ 'دراصل یہودیوں اور عیسائیوں کی بیان کردہ روایات کے مطابق یکم اپریل وہ تاریخ ہے جس میں رومیوں اور یہودیوں کی طرف سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تمسخر اور استہزاء کا نشانہ بنایا گیا'۔

موجودہ نام نہاد انجیلوں میں اس واقعہ کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔ لوقا کی انجیل کے الفاظ یہ ہیں:

'اور جو آدمی اسے (یعنی عیسیٰ علیہ السلام) کو گرفتار کیے ہوئے تھے اس کو ٹھٹھے اُڑاتے اور مارتے تھے اور اُس کی آنکھیں بند کر کے منہ پر طمانچے مارتے تھے اور اسے یہ کہہ کر پوچھتے تھے کہ نبوت (الہام) سے بتا کہ کس نے تجھ کو مارا؟ اور طعنے مار مار کر بہت سی اور باتیں اسکے خلاف کہیں'۔ (لوقا ۲۲:۶۳ تا ۶۵)

انجیلوں میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودی سرداروں اور فقیہوں کی عدالت عالیہ میں پیش کیا گیا، پھر اُنہیں پیلاطس کی عدالت میں لے گئے کہ ان کا فیصلہ وہیں ہوگا، پھر پیلاطس نے انہیں 'ہیروڈیس' کی عدالت میں بھیج دیا اور بالآخر ہیروڈیس نے دوبارہ فیصلے کے لیے ان کو پیلاطس ہی کی عدالت میں بھیجا'۔ لاروس کا کہنا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو ایک جگہ سے دوسری عدالت میں بھیجنا ان کے ساتھ مذاق اور ان کو اذیت پہنچانے کی وجہ سے تھا۔ چونکہ یہ واقعہ یکم اپریل کو پیش آیا لہٰذا اپریل فول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کی جانے والی ہنسی مذاق اور تمسخر کی یادگار ہے۔ (ذکر وفکر، ص:۷۸)

نعوذ باللہ اس روایت کے پیش نظر حاصل اور مطلب یہ ہوا کہ یہودی یکم اپریل کو اللہ رب العزت کے برگزیدہ بندے اور جلیل القدر نبی کی توہین کرتے تھے، اُن پر پھبتیاں کستے تھے اور پھر اپریل فول کے نام سے اس کو یادگار کے طور پر مناتے تھے اور ایک دوسرے کے ساتھ مذاق اور تمسخر کر کے اپنے حیوانی جذبات کی تسکین کا سامان پیدا کرتے تھے، لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی محبت میں غلو کرنے والے نام نہاد عیسائی اور صلیب کے علم برداروں کو ڈوب کر مرنا چاہیے جو ایک طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اتنے گن گاتے ہیں کہ نعوذ باللہ انہیں خدا اور خدا کا بیٹا قرار دیتے ہیں جب کہ دوسری طرف آپ علیہ السلام کی توہین پر مبنی یادگار کو رواج دینے والے بھی یہی ہیں، یہودیت کے سائے تلے جینے والے انجیل کے علمبردار کس منہ سے محبت مسیح کا دعویٰ رکھتے ہیں؟ جبکہ اس وقت بھی پوری دنیائے عیسائیت 'اپریل فول ڈے' مزے لے کر منارہی ہے۔

درحقیقت عیسائیوں کا حضرت مسیحؑ کے ساتھ کیا تعلق؟ اُن کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خدا کا بیٹا قرار دینا ہی خود حضرت مسیح کی کس درجہ توہین ہے۔ جب وہ اتنی بڑی جسارت کر کے حقیقتاً کسی دین و مذہب کے

بھی نہ رہے تو اپریل فول جیسی رسم پر اُن کو غیرت دلانے سے کیا حاصل ہوگا۔

لیکن مقام عبرت ہے آج کے بے عمل مسلمان کیلئے! ہمارے دین میں تو تمام انبیاء کرام علیہم السلام پر ایمان لانا، اُن کی عزت اور احترام رکھنا جزوِ ایمان ہے، کسی بھی نبی کی ادنیٰ درجہ توہین کو ہماری شریعت مطہرہ نے کفر قرار دیا ہے، ایسے میں ہمارا اس قبیح تہوار کے ساتھ تعلق رکھنا جسے عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کی یادگار کہا گیا ہو، کیا معنی رکھتا ہے؟

ہر مسلمان پر لازم اور ضروری ہے کہ ہر ایسے تہوار سے بچے جو اغیار اور کفار کا مسلط کردہ ہو اور پھر خصوصاً اُن تہواروں سے جو کسی نبی یا بزرگ ہستی کی توہین کی یاد میں منائی جاتی ہوں۔ اللہ رب العزت ہم سب کو اس رسم سے محفوظ و مامون رکھے۔ (آمین)

پانچواں قول:

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ جب اندلس میں مسلمانوں کو شکست ہوئی اور انگریزوں نے مسلمانوں کے لٹے پٹے قافلوں کو سمندر پار افریقہ جانے کی اجازت دی تو مسلمان جہازوں میں اپنا بچا کھچا سرمایہ سمیٹ کر روانہ ہوئے، جب وسط سمندر میں پہنچے تو اچانک جہازوں میں پانی بھرنے لگا اور وہ ڈوبنے لگے کیونکہ جہازوں کے تہوں میں بڑے بڑے سوراخ تھے، یہ یکم اپریل تھی اور انگریزوں نے محض مسلمانوں کا مذاق اڑانے کے لیے یہ سب کچھ کیا تھا۔ لہٰذا باہمی دھوکہ دہی و مذاق کا کھیل یہیں سے شروع ہوا۔ واللہ اعلم

اپریل فول ڈے کی ہندوستان آمد

ہندوستان کے اندر بھی برطانوی انگریز اس قبیح رسم کو لے کر داخل ہوئے، پہلے پہل انگریز یکم اپریل کو باہم جھوٹ و فریب پر مبنی ہنسی مذاق کر کے شیطانی جذبات کو تسکین دے دیتے تھے، لیکن رفتہ رفتہ انہوں نے ہندوستانیوں کی مشرقی روایات، راست بازی اور دیانت داری کو توڑنے کیلئے اپریل فول کو بھی بطور ہتھیار استعمال کرنے کا سوچ لیا، چونکہ اس رسم میں خبیث الفطرت لوگوں کیلئے چسکے کا مواد کافی حد تک موجود تھا اس لئے اس کی عدم مقبولیت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا، لہٰذا انگریزوں نے اپنے قریبی ہندوستانیوں کو اس مذموم رسم میں شامل کرنا شروع کر دیا، ان لوگوں نے انگریز کی صحبت کا اتنا اثر تو لے ہی رکھا تھا کہ یہ تحفہ ملتے ہی اس پر تھرکنے لگے اور اسے تفریح کا ایک ذریعہ قرار دے کر اپنے متعلقین کو اس دھارے میں داخل کرنے لگے، رفتہ رفتہ یہ زہر ہندوستانی معاشرے کی رگوں میں سرایت کرنا شروع ہوا، لیکن یہ سب کچھ غیر محسوس طریقے سے تھا اور اسے کھلے بندوں نہیں منایا گیا تھا، لیکن ایک دفعہ اسے سرعام اور علی رؤس الاشھاد منا کر ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اس کا زہریلا مادہ

ہندوستان کے طول وعرض میں چھوڑ دیا گیا۔

ہوا یوں کہ بنگال میں ایک دفعہ سخت قحط پڑا، بنگال کی انگریز حکومت نے مارچ کے آخری ہفتے میں اعلان کیا کہ جن لوگوں نے اناج وصول کرنا ہو وہ یکم اپریل کی صبح کلکتہ کی فوجی چھاؤنی کے باہر پہنچ جائیں، لوگوں کو جمع کرنے کا مقصد انہیں اناج کی فراہمی نہیں بلکہ اناج کے نام پر اپریل فول منانا اور انہیں مذاق کا نشانہ بنانا تھا، ہزاروں غمزدہ اور قحط سے نڈھال لوگ خالی بوریاں اٹھا کر تھکے ماندے کلکتہ پہنچے، چھاؤنی کے سامنے ہزاروں افراد کی لمبی قطار کڑکتی دھوپ میں اناج کا انتظار کر رہی تھی کہ دفعتاً چھاؤنی سے فوجی بینڈ باجے لیکر آئے اور ناچنا، ہنسنا اور مذاق کرنا شروع کر دیا۔ غلہ کے منتظر غریب اور پریشان حال لوگوں کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے، حقیقتِ حال معلوم ہونے پر وہ ٹوٹے ہوئے دلوں کے ساتھ گھروں کو لوٹ گئے اور یوں اپریل فول نے پہلی بار ہندوستان میں اپنا سر ابھار لیا۔

ھولی اوراپریل فول

۳۱ مارچ کو ہندو ہندوستان میں 'ہولی' کی رسم مناتے ہیں۔ اس رسم میں وہ آگ کے گرد جمع ہو کر ناچتے ہیں، ایک دوسرے پر رنگ کا چھڑکاؤ کرتے ہیں اور باہم ہنسی مذاق کرتے ہیں، یہ رسم اپریل فول ڈے سے ملتی جلتی تھی، انگریزوں نے اس کا بھی سہارا لیا اور اپنے کلچر کے بعض عناصر اس میں داخل کر کے اسے اپنی تہذیب کے رنگ میں رنگ دیا، یوں ہولی کہلانے والی رسم بھی اپریل فول کا دوسرا نام بن گئی۔

یہ ہے اپریل فول کا مختصر تاریخی پس منظر۔ اس رسم کی ہر جہت اور ہر پہلو شرور وفتن کا مجموعہ ہے۔ نجانے مسلمان نوجوانوں کو کیا ہو گیا کہ وہ اتنی واضح خرابیوں پر مبنی رسم کو گلے کا ہار بنا کر بڑے فخر سے مناتے ہیں؟ لیکن کیا کہئے غلامی کے ان تباہ کن اثرات کے، جو آج تک ہماری نسلوں کے افکار پر چھائے ہوئے ہیں اور وہ ہر مغربی رسم کو ترقی کا زینہ سمجھ کر اس پر قدم رکھتے جاتے ہیں، یہ سوچے بغیر کہ یہ زینے کن پستیوں میں جا کر اختتام پذیر ہو رہے ہیں۔

تین گناھوں کا مجموعھ

ایک مسلمان کیلئے اپریل فول جیسی رسم جہاں عقلی اور اخلاقی طور پر منانا سمجھ سے باہر ہے اور اس کا کوئی جواز اس پہلو سے نہیں ملتا، اسی طرح یہ گندی رسم شرعی لحاظ سے بھی کئی مفاسد پر مشتمل ہے اور فی الواقع اصل تو شریعت ہی ہے، جب کسی چیز میں شرعی لحاظ سے خرابی پائی جائے اور شریعت اس کو اختیار کرنے سے روک دے تو بظاہر وہ کتنی ہی خوشنما کیوں نہ ہو اسے عمل کا حصہ بنانا ایک کامل مسلمان کے شایانِ شان نہیں، اپریل فول بھی

ڈھیروں مفاسد کے ساتھ ساتھ تین گناہوں پر مشتمل ہیں، جو حقوق العباد سے متعلق ہیں، پہلے تو گناہ کبیرہ بغیر سچے دل سے توبہ کیے معاف ہی نہیں ہوتے، پھر جب وہ حقوق العباد سے متعلق ہوں تو اسے اس بندے سے بھی معاف کرانا ضروری ہو جاتا ہے جس کے حق میں کوتاہی ہوئی ہے۔

اپریل فول میں پائے جانے والے تین گناہ کبیرہ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) جھوٹ بولنا

(۲) دھوکہ دینا

(۳) دوسرے کو اذیت پہنچانا

(۱) جھوٹ ایک عجیب لعنت ہے۔ آپ کسی سے بھی دریافت کریں کہ جھوٹ بولنا کیسا ہے؟ وہ اسے برا ہی کہے گا، اگر کسی کے بارے میں پتہ چل جائے کہ یہ جھوٹا ہے تو طبیعت اس کی طرف سے مکدر ہو جاتی ہے، لیکن حیران کن امر یہ ہے کہ لوگ جھوٹ پر مبنی بعض باتوں کو جھوٹ کہتے ہی نہیں، آپ انہیں لاکھ سمجھائیں کہ یہ جھوٹ ہے، وہ سرے سے ماننے کو تیار ہی نہیں ہوتے۔ انہی میں سے ایک اپریل فول ہے، اس میں بڑی ڈھٹائی اور سینہ زوری سے جھوٹ بولا جاتا ہے، کسی بات یا کام کا وجود تک نہیں ہوتا، لیکن اس کے بارے میں افواہیں پھیلا دی جاتی ہیں۔ مدینہ منورہ میں یہ شیوہ بدبخت منافقین کا تھا کہ وہ لوگوں میں انتشار اور اضطراب پھیلانے کے لئے جھوٹی افواہیں مشہور کر دیتے تھے اور بعض اوقات ان کا بہت بڑا نقصان بھی ہو جاتا تھا۔ آج اپریل فول ڈے پر بھی یہی ہوتا ہے، جھوٹ بولنے کی وجہ سے کئی حادثات ونقصانات کا ظہور ہوتا ہے۔ جب آدمی کسی گناہ کا مرتکب ہو رہا ہو لیکن اس کے دل میں یہ شرمندگی اور پشیمانی پائی جائے کہ یہ گناہ ہے اور میں اس گناہ کا ارتکاب کر کے گناہ گار ٹھہر رہا ہوں تو اللہ تعالیٰ اسے توبہ کی توفیق دے دیتے ہیں، لیکن اگر ایک شخص گناہ کو گناہ ہی نہ سمجھے بلکہ اسے تفریح کا حصہ ٹھہرائے، تو اسے اس گناہ پر توبہ کی توفیق کہاں سے ملے گی؟ اپریل فول ڈے پر بولے جانے والے جھوٹ کا خطرناک پہلو یہی ہے کہ بولنے والا اسے جھوٹ مانتا ہی نہیں بلکہ مذاق اور تفریح طبع کا ذریعہ سمجھتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹ کو منافق کی علامت بتلایا ہے۔

ارشاد گرامی ہے:

آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلٰثٌ اِذَا حَدَّثَ كَذِبَ وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ وَاِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ. (مسلم، رقم: ۱۰۷)

ترجمہ: منافق کی تین نشانیاں ہیں، جب بات کہے تو جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے اور جب امانت دار بنایا جائے تو خیانت کرے۔

اس وعید کے بعد اگر کسی کے دل میں رائی برابر ایمان ہو تو وہ جھوٹ بولنے کی جسارت کیسے کر سکتا ہے اور پھر ایسا جھوٹ جو اپنے اندر ڈھیروں خرابیاں اور حق تلفیاں لئے ہوئے ہو۔

(۲) اپریل فول دھوکہ دہی جیسے گناہ کو بھی شامل ہے کیونکہ دوسرا انسان کہنے والے کو اس کی بات میں سچا سمجھ کر دھوکہ کھا جاتا ہے حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہوتی ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

كَبُرَتْ خِيَانَةً اَنْ تُحَدِّثَ اَخَاكَ حَدِيْثًا هُوَلَكَ بِهٖ مُصَدِّقٌ وَاَنْتَ لَهٗ بِهٖ كَاذِبٌ.

ترجمہ: بہت بڑی خیانت کی بات ہے کہ تو اپنے بھائی کو کسی بات کی خبر دے اور وہ تجھے اس میں سچا سمجھے حالانکہ آپ اس میں جھوٹ بولنے والے ہوتے ہیں۔ (ابوداؤد، رقم: ۴۹۷۱)

اس حدیث کو پڑھئے اور سر دھنئے کہ کیا اپریل فول ڈے پر یہی کھیل تماشہ نہیں ہوتا کہ ہم لوگوں کو دھوکہ اور خیانت سے بے وقوف بنا رہے ہوتے ہیں اور پھر ستم بالائے ستم یہ کہ اپنی سیاہ عملی پر چوڑے ہو کر خوشیاں بھی مناتے ہیں گویا کوئی بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔

(۳) اپریل فول ڈے بے جا ایذا رسانی جیسے گناہِ کبیرہ پر بھی مشتمل ہے۔ اسلام نے مسلمان کیا، کافر اور جانور تک کو ایذا پہنچانے سے روکا ہے اور ایذا پہنچانے والے کیلئے سخت وعیدیں ہیں لیکن یکم اپریل کو مسلمان کہلانے والے بڑی شدت سے مخلوق خدا کو تکلیف اور ایذا پہنچانے میں سرگرم ہوتے ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ. (مسلم، رقم: ۶۵)

ترجمہ: پس مسلمان تو وہی ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

دیکھئے! کامل اسلام کا معیار کس چیز کو قرار دیا گیا ہے؟ کہ اپنی ہر تکلیف دہ ادا سے دوسرے کو محفوظ رکھا جائے، لیکن مقام عبرت ہے ان مسلمانوں کیلئے جو ان احادیث کو سنتے اور جانتے ہیں، لیکن پھر بھی بڑی جرأت کے ساتھ اپریل فول جیسی رسموں کو انجام دینے پہ تلے ہوئے ہیں۔

اپریل فول منانے میں ان تین کبیرہ گناہوں کے ساتھ ساتھ دیگر کئی مفاسد موجود ہیں، اس رسم کی بنیاد بت پرستی، توہم پرستی یا نبی کی توہین پر ہے، ایسی رسم کو اپنی زندگیوں کا معمول بنا دینا خود ایک بہت بڑا گناہ ہے۔ لہٰذا تمام مسلمانوں سے گزارش ہے کہ وہ اپریل فول کی نجاست سے اپنے ایمان اور اسلام کو آلودہ ہونے سے بچائیں۔ جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو اس کی بدبو سے زمین و آسمان کے درمیان (باقی صفحہ ۱۲ پر)

اہلِ علم بالخصوص طالبانِ علمِ حدیث کے لئے ایک عظیم علمی پیشکش اور نادر تحفہ

تالیف: شیخ الحدیث مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہم

شرح "مقدمہ" صحیح مسلم جلد اوّل

حدیث کی جلیل القدر کتاب "صحیح مسلم" کی سہل ترین و دلنشین تشریح، حدیث اور علم فقہ کے علمی مباحث کا سلجھا ہوا بیان، نقدِ حدیث کے نادر مباحث، بیانِ مذاہب، دلائل اور مذہبِ راجح کے وجوہِ ترجیح، حلِّ نسخہ اور مشکل لغات کی توضیح، معرکۃ الآراء موضوعات پر محدثانہ، فقیہانہ اور حکیمانہ گفتگو، محدثینِ علمائے دیوبند کے مزاج اور مسلک اعتدال کے عین مطابق، جدید دور کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے طرز کی پہلی، انوکھی، دلچسپ اور مفصل اردو شرح، خالص درسی اور تدریسی انداز، مؤلف کی پینتیس (۳۵) سالہ علمی، تحقیقی، مطالعاتی زندگی اور تدریسی تجربات کا نچوڑ، اساتذہ کی طرح طلبۂ دورۂ حدیث کے لئے بھی اَخذ و استفادہ بہت آسان، شرح صحیح مسلم سے استفادہ، بیسیوں شروحات کے مطالعہ سے بے نیاز کر دیتا ہے۔

جلد اوّل ۵۷۶ صفحات پر مشتمل ہے اور ہدیہ ۶۰۰ روپے ہے

راویان "مقدمہ" صحیح مسلم جلد دوم

"فنِ اسماء الرجال، علم جرح و تعدیل کا ایک علمی اور تحقیقی جائزہ، صحابہ کرامؓ بالخصوص حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کا سند و ثبوت کا مطالبہ، اور حضرت علی المرتضیٰؓ کا حلف دینے کا التزام، تحریر و زبانی شہادت کا اہتمام، تابعینؒ کے دور میں سند کا مطالبہ، سند دین کا حصہ ہیں، اسناد کی اہمیت و ضرورت اور ان جیسے متعدد عنوانات کے تحت سیر حاصل علمی مباحث، دوسو ستانوے (۲۹۷) "راویانِ مقدمۂ صحیح مسلم" کے مفصل حالات، فضل و تفوق، حیرت انگیز کمالات اور ایمان افروز واقعات کا حسین مرقع۔

جلد دوم ۵۲۸ صفحات پر مشتمل ہے اور ہدیہ ۶۰۰ روپے ہے